کچھ اہم و مفید مطبوعات

از: حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

کاروان زندگی حصہ اول (نیا ایڈیشن) -/100
کاروان زندگی حصہ دوم (نیا ایڈیشن) -/90
کاروان زندگی حصہ سوم -/80
کاروان زندگی حصہ چہارم -/90
کاروان زندگی حصہ پنجم -/80
کاروان زندگی حصہ ششم (نیا ایڈیشن) -/90
کاروان زندگی حصہ ہفتم -/80
مطالعہ قرآن کے اصول و مبادی (نیا ایڈیشن) -/40
حج کے چند مشاہدات -/6
خواتین اور دین کی خدمت -/25
کاروان ایمان و عزیمت (نیا ایڈیشن) -/35
دعائیں -/10
سوانح مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ (نیا ایڈیشن) -/90
سوانح حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا کاندھلویؒ (نیا ایڈیشن) -/90
نبی رحمتؐ (نیا ایڈیشن) -/200
سیرت سید احمد شہیدؒ (دو جلدیں) -/200
تاریخ دعوت و عزیمت (پانچ جلدیں) -/355
انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر -/70
اپنے گھر سے بیت اللہ تک -/25

از: محترمہ امۃ اللہ تسنیم مرحومہ

زادِ سفر دو جلدیں (نیا ایڈیشن) -/150
باب کرم (نیا ایڈیشن) -/12
بچوں کی قصص الانبیاء حصہ اول -/15
بچوں کی قصص الانبیاء حصہ دوم -/14
بچوں کی قصص الانبیاء حصہ سوم -/15
بچوں کی قصص الانبیاء حصہ چہارم -/12
ہمارے حضورؐ (اردو) -/15 ہمارے حضورؐ (ہندی) -/20
موجِ تسنیم (اردو) زیر طبع
مناجات ہاتف -/10
دیار حبیبؐ -/5

از مخدومہ خیر النساء بہترؒ

حسن معاشرت (نیا ایڈیشن) -/15
کلید باب رحمت -/6
ذائقہ (نیا ایڈیشن) -/15
ذکر خیر ″ -/15

از: حضرت مولانا محمد ثانی حسنیؒ

لبیک اللّٰہم لبیک -/30
سوانح حضرت مولانا خلیل سہارنپوریؒ -/50
سوانح مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ -/150
زبان کی نیکیاں -/15
گلدستہ حمد و سلام -/6
کلام ثانیؒ زیر طبع

از: مولانا محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ

دو مہینے امریکا میں -/90
جزیرۃ العرب -/70
حج و مقامات حج -/35
امت مسلمہ -/70
سماج کی تعلیم و تربیت -/45

از: حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ

معارف الحدیث (مکمل آٹھ جلدیں) -/870
اسلام کیا ہے؟ (اردو) -/30
اسلام کیا ہے؟ (ہندی) -/35
دین و شریعت -/70
ایرانی انقلاب امام خمینی اور شیعیت -/70
قادیانی مسلمان نہیں -/25
آپ حج کیسے کریں؟ (نیا ایڈیشن) -/40
آپ حج کیسے کریں؟ (ہندی) (نیا ایڈیشن) -/45
درس قرآن -/200

دیگر مصنفین کرام کی تصانیف

تذکرہ حضرت سید احمد شہیدؒ -/45
مکتوبات مفکر اسلامؒ (اول) -/80
مکتوبات مفکر اسلامؒ (دوم) -/120
(مولانا سید محمد حمزہ حسنی صاحب)
تذکرہ حضرت سید شاہ علم اللہ -/35
سیرت مولانا سید محمد علی مونگیریؒ -/30
(مولانا محمد الحسنیؒ)
بشریت انبیاء (نیا ایڈیشن) -/40
ذکر رسولؐ ″ -/55
مولانا محمد علی جوہر ″ -/175
(مولانا عبدالماجد دریابادیؒ)
کتاب النحو (حافظ عبدالرحمٰن امرتسریؒ) -/18
کتاب الصرف ″ -/20
بریلوی فتنہ کا نیا روپ (مولانا عارف سنبھلی) -/40
تاریخ میلاد (حکیم الشکور) -/30
مقالات سیرت (ڈاکٹر قدوائی) -/30
سیرت صدیقؓ (حبیب الرحمٰن شروانی) -/25

مکتبہ اسلام ۵۴/۲/۱۷۲، محمد علی لین گوئن روڈ، لکھنؤ ۱۸-
فون نمبر دفتر: 2270406
فون نمبر رہائش: 2229174

Are you planning to sell your car ?

...which has served you faithfully for years would obviously mean a lot to you.

Now you can be rest assured, when it comes to selling your old car, **Classic Automotives**, always have the best offer for you.

We believe in true and realistic value for your used car which also spells 'Clean Deal'.

Our other usual features are:

- **Spot Settlement**
  - You don't have to wait for your money.
- **Evaluation at your doorstep**
  -You don't have to move around wasting time in traffic jams.
- **Risk free selling**
  -Your vehicle will not be sold without transfer of ownership.

• No commission • No Brokerage • No Hidden Costs

With all these lucrative benefits we wouldn't be expecting you to sell your car to any of your relatives, friends or mechanics!

Simply because, we are committed to this business and always give you the best deal with peace of mind.

Call 98451 00668

classic automotives
Gear up for the journey of life.

Classic Automotives Bangalore Pvt. Ltd.

Indiranagar: #324, CMH Road, Bangalore 38. ☎: 32966155 📱 9845600668
Mekri Circle: #40, C. V. Raman Avenue, Bangalore 80. ☎: 32966433 📱 9945187878
HSR Layout: #9, BDA Complex, Sector VI, Bangalore 02. ☎: 32966133 📱 9845226464
Jayanagar: #574, 11th Main, 5th Block, Bangalore 41. ☎: 32966144 📱 9980582424
Yelahanka: #2, MIG, 1st Main, New Town, Bangalore 64. ☎: 32966166 📱 9845700668
Whitefield: #132, Whitefield Main Road, Bangalore 66. ☎: 32966422 📱 9845229292

www.classicautomotives.net

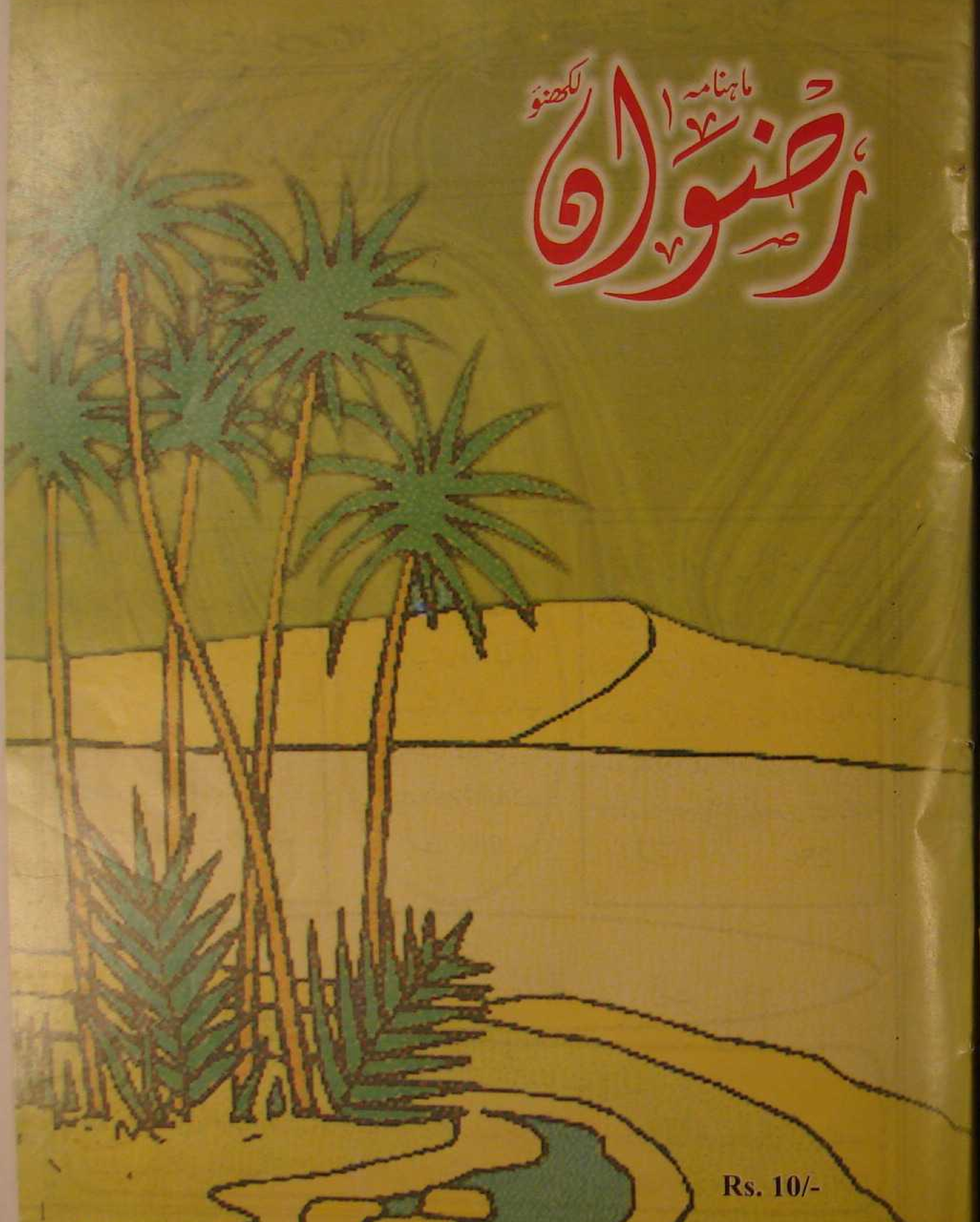

R. N. 2416/57
Monthly
RIZWAN
Ph: 0522-2270406
172/54 Mohammad Ali Lane Gwynne Road Lucknow-226018

PRINTED AT: KAKORI OFFSET PRESS, LUCKNOW.

بیادگار حضرت مولانا محمد ثانی حسنی رحمۃ اللہ علیہ

10155
۱۷۸۸۸۳

خواتین کا ترجمان

ماہنامہ رضوان لکھنؤ

شمارہ ۲	فروری ۲۰۰۹ء	جلد ۵۳

ایڈیٹر

محمد حمزہ حسنی

معاونین

- میمونہ حسنی
- عائشہ حسنی
- جعفر مسعود حسنی
- محمود حسن حسنی

سالانہ چندہ

برائے ہندوستان : ۱۰۰/روپے

غیر ملکی ہوائی ڈاک : ۲۵/امریکی ڈالر

فی شمارہ : ۱۰/روپے

ڈرافٹ پر RIZWAN MONTHLY لکھیں

ماہنامہ رضوان ۵۴/۲/۱۷۲، محمد علی لین، گوئن روڈ لکھنؤ-۲۲۶۰۱۸

Phone : 91 - 0522 - 2620406

ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر محمد حمزہ حسنی نے مولانا محمد ثانی حسنی فاؤنڈیشن کیلئے نظامی آفسیٹ پریس میں چھپوا کر دفتر رضوان محمد علی لین سے شائع کیا

کمپوزنگ : ناشر کمپیوٹر لکھنؤ- فون : 9336932231 - 0522

حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندویؒ کی مقبول و معروف کتابیں

سوانح حیات .... کاروانِ زندگی

ایک معلم، مصنف، مؤرخ، داعی اور رہنما کی سرگذشت حیات

جس میں ذاتی زندگی کے مشاہدات و تجربات، احساسات و تأثرات اور ہندوستان اور عالم اسلام کے واقعات و حوادث اور تحریکات و شخصیات کے مطالعہ کا ماحصل اس طرح گھل مل گیا ہے کہ وہ ایک دلچسپ و سبق آموز آپ بیتی اور ایک مؤرخانہ و حقیقت پسند جگ بیتی بن گئی ہے اور چودہویں صدی ہجری، بیسویں صدی عیسوی کی تاریخ و سرگذشت کا ایک اہم باب محفوظ ہو گیا ہے۔

- ایک تاریخی دستاویز
- ادبی مرقع
- دعوت فکر و عمل

فوٹو آفسیٹ کی بہترین کتابت و طباعت سے آراستہ

قیمت حصہ اول	(اردو ایڈیشن)	100/-
قیمت حصہ دوم	(اردو ایڈیشن)	90/-
قیمت حصہ سوم	(اردو ایڈیشن)	80/-
قیمت حصہ چہارم	(اردو ایڈیشن)	90/-
قیمت حصہ پنجم	(اردو ایڈیشن)	80/-
قیمت حصہ ششم	(اردو ایڈیشن)	90/-
قیمت حصہ ہفتم	(اردو ایڈیشن)	80/-
قیمت مکمل سیٹ	(کاروان زندگی)	610/-

کاروان ایمان وعزیمت

قافلہ مجاہدین یعنی حضرت سید احمد شہیدؒ کی تحریک اصلاح و جہاد سے تعلق رکھنے والے اصحاب علم و فضل و عزیمت کا تذکرہ جس سے مسلمانوں کی تاریخ دعوت و عزیمت کا ایک روشن باب سامنے نظر آتا ہے۔

خوبصورت کتابت و طباعت

قیمت 35/-

حج کے چند مشاہدات

اس کتاب میں مولاناؒ نے حج کے بارے میں جس طرح اپنے تأثرات و مشاہدات کا اظہار کیا ہے وہ اپنے انداز کا مؤثر اظہار ہے۔

قیمت 6/-

خواتین اور دین کی خدمت

خواتین کی کیا ذمہ داریاں ہیں، ان کے دینی و سماجی فرائض کیا ہیں، وہ کس طرح دین کی خدمت کر سکتی ہیں، آخر میں مولاناؒ کی والدہ ماجدہ کے وہ تربیتی خطوط ہیں جو انھوں نے مولاناؒ کے نام ان کی تعلیم کے دوران لکھے تھے۔

قیمت 25/-

ذکرِ خیر

حضرت مولانا کی والدہ ماجدہؒ کے حالات زندگی، خود حضرت مولاناؒ کے قلم سے۔ قیمت 15/-

سوانح حضرت مولانا عبد القادر رائے پوریؒ

عہد حاضر کی مشہور دینی شخصیت اور عارف باللہ حضرت مولانا عبد القادر رائے پوریؒ کے حالات زندگی، ان کی شخصیت، ان کی نمایاں صفات، انداز تربیت، توازن و جامعیت، تعلق مع اللہ، خلوص و محبت، فیض و تأثرات اور معرفت و سلوک کا ایمان افروز تذکرہ۔ قیمت مجلد 90/-

فہرست مضامین

اپنی بہنوں سے	مدیر	۳
حدیث کی روشنی میں	امۃ اللہ تسنیم	۴
سیرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں اعتدال وتوازن	مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی	۶
جامع القرآن حضرت عثمان غنیؓ	محمد صدیق احمد	۷
ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ	محمد قمر الزماں ندوی	۹
اصلاح نفس اور تعلق مع اللہ کیسے؟	سید احمد ومیض ندوی	۱۱
تدبر قرآن کی اہمیت	مفتی کلیم رحمانی	۱۴
مسلمانوں کیلئے کامیابی کا واحد راستہ	مفتی تنظیم عالم قاسمی	۱۷
موت کے بعد کی تیاری	ادارہ	۲۱
حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ	محمود احمد غضنفر	۲۲
سوال وجواب	مفتی راشد حسین ندوی	۲۶
یوروپ میں خواتین کی حالت زار	محمد یاسر	۲۷
میں نے مغرب زدہ زندگی کیوں چھوڑی؟	عائشہ خان، مانچسٹر (انگلینڈ)	۳۲
پپیتا	رحمت قادری	۳۴
نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم	محمد فخر الدین راحت	۳۶
تیرے یہ گنہگار بندے کہاں جائیں؟	مولانا محمد صدیق احمد حسامی	۳۷-۳۹

اپنی بہنوں سے

مدیر

آج ہم کو اور سب کو یہ شکایت ہے کہ مسلمان لڑکیاں تیزی سے بے پردگی اور آزاد خیالی کی طرف جارہی ہیں اور بعض جگہ تو شرم وحیات کے تمام حدود کو پھلانگ کر آزادی اور نفسانی خواہشات کے سمندر میں کودتی جارہی ہیں جس کی وجہ سے پورا معاشرہ سنگین صورت حال سے دوچار ہوتا جارہا ہے اور نصف انسانیت تباہی وبربادی کا شکار ہورہی ہے۔

اسلامی اقدار اور ماحول سے بیگانہ ہوکر مغربی تہذیب کے گندہ تالاب میں ڈوب جانا اور اسی کو اصل تہذیب سمجھنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی صاف وشفاف پانی میں نہانے کے بجائے کسی جوہڑ میں ڈبکی لگانے لگے۔ اور غلاظت صاف کرنے کے بجائے مزید گندگی اپنے بدن میں لگائے۔

اچھا معاشرہ اچھی ماں کی گود میں پل کر بنتا ہے اس سے جب بھی عورت میں بگاڑ آئے گا، تو لازماً اس کے بچوں کی دل ودماغ اس کے اثرات قبول کریں گے۔ اور پھر وہ بڑے ہوکر اس وبا کو پھیلائیں گے۔

اس طرف ہر دردمند عورت کو توجہ کرنا چاہئے، ہماری وہ بہنیں جو اللہ اور اس کے رسول کی وفادار ہیں ان کی خاصی ذمہ داری ہے کہ وہ اس میدان عمل میں کام کریں اور اپنی دوسری بہنوں کو ہاتھ پکڑ پکڑ کر اس گندگی سے بچائیں اور ان کو ان کا دینی فریضہ یاد دلائیں اور اسلامی طرز معاشرت اختیار کرنے کی تلقین کریں۔ اسی طرح یہ سیلاب بلاخیز رک سکتا ہے یہ کام بہنوں کے کرنے کا ہے اور ان ہی کے کرنے سے ہوگا بھی اور ان کے کہنے سے اثر بھی زیادہ ہوگا۔

حدیث کی روشنی میں

غور اور دھیان

امۃ اللہ تسنیم

نماز اس دھیان کے ساتھ پڑھو کہ ہم خدا کو دیکھ رہے ہیں اگر ہم اس کو نہیں دیکھتے تو وہ ہم کو دیکھ رہا ہے

حضرت عمرؓ بن الخطاب سے روایت ہے کہ ایک روز ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک آدمی بہت سفید کپڑے والا اور بہت کالے بال والا آیا۔ اس پر سفر کا نشان نہ تھا۔ ہم لوگ اس کو نہیں پہچانتے تھے، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھ گیا۔ اپنے گھٹنے آپ کے گھٹنے سے ملا دیئے اور اپنی ہتھیلی آپ کے زانو پر رکھ دی اور کہا یا محمدؐ مجھ کو اسلام کے متعلق خبر دیجئے۔ آپ نے فرمایا اسلام یہ ہے کہ کہو "اشھد ان لا الہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ" نماز پڑھو، زکوٰۃ دو اور رمضان کے روزے رکھو۔ اگر استطاعت ہو تو خانہ کعبہ کا حج کرو۔ کہا آپ نے سچ فرمایا۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ ہم لوگوں کو حیرت ہوئی کہ پوچھتا بھی ہے اور تصدیق بھی کرتا ہے۔ پھر کہا کہ ایمان کے بارے میں خبر دیجئے۔ آپ نے فرمایا۔ اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے پیغمبروں پر اور آخرت کے دن پر اور اچھی بری تقدیر پر۔ کہا آپ نے سچ کہا۔ اب احسان کے متعلق بتایئے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو۔ اگر تم اس کو نہیں دیکھتے تو وہ تم کو دیکھتا ہے۔ کہا قیامت کے متعلق مجھ کو خبر دیجئے۔ آپ نے فرمایا جس سے پوچھا جا رہا ہے وہ سائل سے زیادہ نہیں جانتا۔ کہا اچھا اس کی نشانیاں کیا ہیں، فرمایا لونڈی اپنی مالکہ کو پیدا کرے۔ اور ننگے پاؤں پھرنے والے، ننگے بدن محتاج لوگ بکری چرانے والے ایک دوسرے سے بڑھ بڑھ کر محل بنائیں۔ پھر وہ چلے گئے۔ بعد میں آپ نے فرمایا اے عمرؓ تم جانتے ہو یہ سائل کون تھا۔ میں نے کہا اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا وہ جبریل تھے۔ تمہارے پاس آئے تھے تاکہ تم کو تمہارا دین سکھائیں۔

اللہ کا خوف

حضرت ابوذرؓ اور حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہاں بھی تم ہو اللہ سے ڈرو اور برائی کے بعد نیکی کرو، وہ اس برائی کو مٹا دے گی اور لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آؤ۔

اللہ کی یاد اسی سے سوال اسی سے استمداد

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک روز میں نبی کریم صلی اللہ علی وسلم کے پیچھے تھا۔ آپ نے فرمایا اے لڑکے میں تجھ کو چند باتیں سکھا دوں۔ اللہ کے حکموں کی نگہداشت کرو، وہ تیری حفاظت کرے گا۔ اللہ کو یاد کرو تو اس کو اپنے سامنے پائے گا اور جب سوال کرنا تو اللہ ہی سے سوال کرنا اور جب مدد چاہنا تو اسی سے مدد چاہنا۔ اور جان لے کہ اگر ساری دنیا اس بات پر اتفاق کرے کہ تجھ کو نفع پہنچائے تو تجھ کو کچھ نفع نہیں پہنچا سکتی مگر وہی جو تمہارے لئے اللہ نے لکھ دیا ہے۔ اور اگر ساری دنیا اس بات پر اتفاق کرے کہ تجھ کو نقصان پہنچائے تو نقصان نہیں پہنچا سکتی مگر وہی جو اللہ نے تیرے لئے لکھ دیا ہے۔ قلم اٹھا لئے گئے اور صحیفے خشک کر دیئے گئے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ کا دھیان رکھو تم اس کو اپنے سامنے پاؤ گے اور آرام کے زمانے میں اللہ سے تعلق پیدا کرلو، مصیبت کے وقت کام آئے گا اور یاد رکھو جو تم سے چوک گیا وہ تمہیں پہنچنے والا ہی نہ تھا اور جو پہنچا وہ خطا ہی نہیں ہو سکتا تھا۔ یاد رکھو کہ صبر کے ساتھ مدد ہے، مصیبت کے ساتھ کشائش ہے اور مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔

بعض اعمال کو معمولی سمجھنا

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ تم عمل کرتے ہو وہ تمہاری نگاہ میں بال سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتے اور ہم ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ہلاک کر دینے والے اعمال میں شمار کرتے تھے۔

اللہ کی غیرت

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ کو غیرت آتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی غیرت یہ ہے کہ انسان وہ عمل کرے جو اللہ نے اس پر حرام کر دیا تھا۔

اپنی سابقہ حالت یاد رکھنا

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ بنی اسرائیل کے زمانے میں تین آدمی تھے۔ ایک کوڑھی، دوسرا گنجا، تیسرا اندھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی آزمائش کا ارادہ کیا۔ ان کے پاس ایک فرشتہ بھیجا پہلے سفید داغ والے کے پاس آیا اور کہا تجھے کون سی چیز محبوب ہے۔ اس نے کہا اچھا رنگ اور اچھی جلد۔ اور مجھ سے یہ بیماری دور ہو جائے جس کی وجہ سے لوگ نفرت کرتے ہیں۔ فرشتہ نے اس کے بدن پر ہاتھ پھیرا تو اچھی جلد اور اچھا رنگ نصیب ہوا کہا کون سا مال تجھے پسند ہے کہا اونٹ یا گائے۔ (راوی کو شک ہے) فرشتہ نے ایک گابھن اونٹنی دی اور برکت کی دعا کی۔ پھر گنجے کے پاس آیا اور کہا تو کیا چاہتا ہے۔ کہا میں چاہتا ہوں کہ میرا گنج دور ہو جائے جس کے سبب سے لوگ مجھ سے نفرت کرتے ہیں اور اچھے بال کی خواہش ہے۔ فرشتہ نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا تو اس کا گنج دور ہو گیا اور اچھے بال نکل آئے۔ کہا کونسا مال تجھے مرغوب ہے کہا گائے۔ پس ایک گابھن گائے اس کو دی اور برکت کی دعا کی۔ پھر اندھے کے پاس آیا اور کہا تیری کیا خواہش ہے کہا میں یہ چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری آنکھوں کو بینائی عطا فرمائے تاکہ میں لوگوں کو دیکھ سکوں۔ فرشتہ نے اس کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرا تو اس کی بصارت پلٹ آئی۔ کہا تم کو کون سا مال پسند ہے کہا بکری۔ پس اس کو ایک گابھن بکری دی۔ کچھ عرصہ بعد ان تینوں کے جانوروں سے میدان بھر گئے۔ چند دن کے بعد فرشتہ اسی صورت اور اسی ہیئت میں کوڑھی کے پاس آیا۔ اور کہا کہ میں غریب آدمی ہوں میری راہ کھوئی ہوئی۔ میں آج کے دن نہیں پہنچ سکتا۔ تجھے اللہ کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں جس نے تجھ کو اچھی جلد اور اچھی کھال عنایت کی۔ مجھ کو راستہ کا خرچ دے تاکہ میں پہنچ جاؤں۔ سفید داغ والے نے کہا مجھ پر بہت حقوق ہیں فرشتہ بولا غالباً میں تجھ کو پہچانتا ہوں تو فقیر تھا اور مبروص بھی۔ لوگ تجھ سے نفرت کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے تجھ پر احسان کیا۔ کہا واہ یہ دولت میرے گھر میں باپ دادوں سے چلی آتی ہے۔ فرشتہ نے کہا اگر تو جھوٹا ہے تو خدا تجھ کو ویسا ہی کر دے۔ پھر گنجے کے پاس آیا اور ویسا ہی سوال کیا جیسے کوڑھی سے کیا تھا گنجے نے وہی جواب دیا۔ فرشتہ نے کہا اگر تو جھوٹا ہے تو خدا تجھ کو ویسا ہی کر دے۔ پھر اندھے کے پاس آیا اور کہا میں غریب آدمی ہوں، اپنے وطن نہیں پہنچ سکتا۔ تجھ کو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں جس نے تجھ کو بصارت عطا فرمائی، مجھ کو راستہ کا خرچ دے تاکہ میں پہنچ جاؤں۔ اس نے کہا بیشک میں اندھا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے میری آنکھوں کو روشن کیا۔ تیرا جتنا جی چاہے لے اور جتنا چاہے چھوڑ۔ خدا کی قسم میں آج کے دن تجھ سے نہ جھگڑوں گا جس چیز کو تو خدا کے نام پر لے لے گا۔ فرشتہ نے کہا تیرا مال تجھے مبارک ہو۔ اللہ نے محض آزمائش کی تھی۔ پس اللہ تجھ سے راضی ہوا اور تیرے ان دونوں ساتھیوں سے ناراض ہوا۔ (بخاری)

●●

مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

سیرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں اعتدال و توازن

ہمارے حضور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر کام میں اعتدال کا طریقہ اختیار کرنے کو پسند فرمایا۔ آپ نے فرمایا کہ "خیر الامور اوسطھا" معاملات میں بہتر وہ ہیں جو درمیانی ہوں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد موقعوں پر ازخود اپنے عمل سے بتایا اور توجہ دلائی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تین صحابی بڑے ایمانی جذبے کے ساتھ آئے۔ ایک نے کہا کہ رات رات بھر میں عبادت کروں گا، دوسرے نے کہا کہ میں روز روزہ رکھوں گا۔ تیسرے نے کہا کہ میں کبھی شادی نہ کروں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ میں تم میں سب سے زیادہ متقی اور اللہ سے ڈرنے والا ہوں اور رات کو عبادت بھی کرتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور روزے رکھتا ہوں اور روزے سے خالی دن بھی چھوڑتا ہوں اور شادی بھی کرتا ہوں، جو میرے طریقے پر نہیں وہ ہم میں نہیں ہے۔ اسی طرح حج کے موقع پر ایک صحابی مکہ میں بیمار ہو گئے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں سوچتا ہوں کہ اپنا سارا مال و متاع اللہ کی راہ میں صدقہ کردوں، آپ نے فرمایا: سارا مال صدقہ نہ کرو۔ انہوں نے کہا کہ نصف صدقہ کردوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نصف نہ کرو، انہوں نے کہا ایک تہائی کردوں، فرمایا: ایک تہائی کر سکتے ہو اگرچہ وہ بھی زیادہ ہے، دیکھو! تم اپنے بچوں کے لئے اتنا مال چھوڑ جاؤ کہ وہ اس سے اپنا کام چلا سکیں، یہ بہتر ہے اس بات سے کہ تم ان کو فقیر کی طرح چھوڑ جاؤ کہ وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں۔

اسی طرح ایک صاحب اپنی ضرورتیں مانگ کر پوری کرتے تھے، آپ نے ان سے کہا کہ تمہارے پاس کچھ سامان ہے، انہوں نے بتایا کہ ایک پیالہ ہے اور ایک چادر، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ لاؤ۔ آپ نے اس کا نیلام فرمایا، وہ دو درہم میں فروخت ہوا، آپ نے ایک درہم ان کو دیا کہ اس سے تم اپنے اور اپنے گھر والوں کے لئے کھانے کا انتظام کرو، اور دوسرے درہم سے ایک کلہاڑی خریدی، اس میں دستہ لکڑی سے کاٹ کر خود لگایا اور ان صاحب کو دیا کہ اس سے لکڑی کاٹ کر لایا کرو اور فروخت کیا کرو اور اس طرح اپنی کمائی سے کام چلایا کرو۔

ایک طرف آپ کا یہ انداز تھا، دوسری طرف یہ تھا کہ دو بھائی تھے، ایک بھائی کام کاج اور محنت کرتے، دوسرے بھائی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دین سیکھنے کے لئے حاضری دیتے تھے، تو ایک روز کام کرنے والے بھائی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ یہ میرے بھائی ہیں، ہاتھ نہیں بٹاتے، اپنا سارا وقت آپ کی خدمت میں ہی گزار دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تم کو کام سے جو آمدنی ہوتی ہے کیا عجب ہے کہ تمہارے ان بھائی کے دین سیکھنے کی برکت ہی سے ہو رہی ہو۔ یعنی آپؐ نے محسوس کرلیا کہ وسیلہ اختیار کرنے کے باوجود رزق اللہ دیتا ہے، اسی کی مرضی کا کام ہو تو برکت ہوتی ہے، ورنہ تدبیر بھی کارگر نہیں ہے۔

حضرات انصار رضی اللہ عنہم زراعتی کام کرنے والے تھے، جہاد اور دوسرے دینی کاموں کے تسلسل سے وہ کاشتکاری اور باغبانی کو ایک عرصہ تک کوئی زیادہ وقت نہ دے سکے، ایک موقع پر وہ یہ محسوس کرکے کہ ہم اب اپنی کاشتکاری وغیرہ میں مسلسل لگ سکتے ہیں، ادھر متوجہ ہوئے تو ان کے کمائی کے کام میں لگ جانے سے اسلام کے بڑھتے ہوئے قافلہ کی راہ میں رکاوٹ پیدا ہو جانے کا خطرہ تھا، اس لئے قرآن پاک میں فرمایا گیا۔

(بقیہ......صفحہ ۱۰ پر)

محمد صدیق احمد

جامع القرآن حضرت عثمان غنیؓ

حضرت عثمان بن عفانؓ قبول اسلام سے قبل بھی نیک اور باکردار مشہور تھے۔ انہیں زمانہ جاہلیت میں بھی اپنے خاندان اور دیگر عرب قبائل میں انہیں اوصاف کی بنا پر یاد کیا جاتا تھا۔ سب سے بڑھ کر آپ کی حیا مشہور تھی۔ قبول اسلام کے بعد آپ کی زندگی کا مقصد اسلام کی سربلندی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی حاصل کرنا بن گیا تھا۔ آپ صاحب ثروت تھے، آپ کے قبول اسلام سے صحابہ کرام نہایت مسرور ہوئے۔ آپ کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے دین اور مسلمانوں کو مالی طاقت عطا فرمائی۔ اس وقت مسلمانوں کو مال اور طاقت دونوں کی ضرورت تھی، تاکہ وہ مشرکین سے مقابلہ کرسکیں اور ان کے مظالم کا جواب دے سکیں۔ آپ نے اپنی دولت اسلام کی راہ میں بے دریغ خرچ کی۔ حاجت مندوں کی مشکلات ختم کیں۔ آپ ان کی ضروریات پوری کرنے کے لیے ہمہ وقت تیار رہتے تھے۔ حضرت عثمانؓ نے حضرت محمدؐ کے حکم پر اپنے مال کے ذریعہ اسلام کو طاقت بخشی۔ قبول اسلام پر ان کی بیویوں نے اعتراض کیا تو آپ نے انہیں بھی چھوڑ دیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی بے پناہ محبت اور دین کی خاطر قربانیوں پر اللہ کے نبیؐ نے آپ پر خصوصی شفقت فرمائی جس کے باعث دیگر صحابہ پر آپ کو فضیلت نصیب ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم نے آپ کی دلجوئی کی خاطر اپنی صاحبزادی حضرت رقیہؓ کو آپ کے نکاح میں دے دیا۔ قبول اسلام کے بعد عثمان غنیؓ نے قریش کے مظالم سے تنگ آ کر جن گیارہ مرد اور گیارہ عورتوں نے مکہ سے حبشہ ہجرت کی ان میں آپ بھی تھے۔

حضرت عثمان غنیؓ نے صرف اپنی دولت اور مال ہی اللہ کی راہ میں نہیں خرچ کیا بلکہ جنگوں کے موقع پر بھی مسلمانوں کے ساتھ رہے۔ آپ نے غزوۂ بدر کے علاوہ تمام غزوات میں شرکت کی۔ جنگ بدر کے موقع پر آپ کی زوجہ حضرت رقیہؓ سخت علیل تھیں، اس لئے وہ جنگ میں حصہ نہ لے سکے۔ اس بیماری میں آپ کی زوجہ کا انتقال ہو گیا۔ حضرت عثمان غنیؓ اس پر بہت رنجیدہ تھے۔ جنگ کے باعث رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے جنازے میں بھی شریک نہیں ہو سکے تھے۔ آپؐ نے بعد میں اپنی دوسری بیٹی ام کلثومؓ کو عثمان غنیؓ کے نکاح میں دے دیا۔ اسی باعث آپ کو ذوالنورین یعنی دو نوروں والا کہا گیا۔ یہ فضیلت کسی اور کو حاصل نہیں ہوئی۔ جنگ احد کے بعد آپ کا نکاح ام کلثومؓ سے ہوا۔ ایک اور موقع پر صحابہ کرام اور دیگر مسلمانوں پر آپ کی بزرگی اور رسول خداؐ کی آپ سے محبت واضح ہوئی۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر آپ اہل مکہ کے پاس سفیر بنا کر بھیجے گئے۔ اس دوران یہ افواہ پھیل گئی کہ عثمان غنیؓ شہید کردیے ہیں۔ مسلمانوں کو جب اس کی خبر ہوئی تو وہ مشتعل ہو گئے، اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے صحابہ کرام سے کفار مکہ کے خلاف بیعت لی جسے بیعت رضوان کہا جاتا ہے۔ بعد میں یہ اطلاع جھوٹی ثابت ہوئی، لیکن اس کے ذریعہ اللہ نے اپنے حبیب کی رفاقت کا حق ادا کرنے والے صحابی کا مرتبہ بلند فرما۔ قریش کی جانب سے حدیبیہ کے معاہدہ کو توڑنے پر مسلمانوں نے مکہ پر حملہ کیا اور فتح حاصل کی۔ اس موقع پر حضرت عثمانؓ کے گھرانے نے اسلام قبول کرلیا۔ یوں آپ اپنی والدہ اور بہن بھائیوں سے جا ملے۔

اسلام اور مسلمانون کی سربلندی کے لیے آپ کے کارنامے تاریخ کا ایک روشن باب ہیں۔ حضرت عثمانؓ نے مدینہ کا مشہور

کنواں رومہ آٹھ ہزار دینار میں خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کردیا۔ اس کا مالک مسلمانوں کی نفرت میں انہیں اس کنویں کا پانی استعمال نہیں کرنے دیتا تھا۔ خلیفہ سوم کاتب وحی رہے اور عہد صدیق اور عہد فاروقی میں خلیفہ راشد کے معتمد خاص اور مشیر اعلیٰ تھے۔ ہر اہم کام کے لیے آپ سے مشورہ کیا جاتا تھا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مسلمانوں نے اتفاق رائے سے صدیق اکبرؓ کو خلیفہ بنایا۔ ان کے بعد عمرؓ بن خطاب نے اس منصب کو سنبھالا اور اسلام کے لئے خدمات انجام دیں۔ خلیفہ دوم عمر فاروقؓ پر حملہ کے بعد جب ان کے بچنے کی کوئی امید باقی نہ رہی تو صحابہ نے حضرت عمر کو اپنا جانشین مقرر کرنے کے لئے کہا۔ آپ نے غور وخوض کے بعد چھ افراد میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنے کے لئے کہا۔ جس میں حضرت عثمان بن عفانؓ کا نام بھی شامل تھا۔ ساتھ ہی تین دن میں حتمی فیصلہ کرنے کی ہدایت بھی فرمادی۔ ان صحابہ نے انصار ومہاجرین کے معزز سرداروں سے مشورہ کیے اور تیسرے روز فجر کی نماز کے وقت حضرت عثمانؓ خلافت کا اعلان کردیا گیا۔ صحابہ اور سرداروں نے نئے خلیفہ کی بیعت کرلی۔ یہ دیکھ کر دوسرے بھی آگے بڑھے اور بیعت کی۔ اس طرح عثمانؓ مسلمانوں کے تیسرے خلیفہ منتخب ہوئے۔

حضرت عثمانؓ کے دور میں نظام حکومت میں کوئی خاص ترمیم نہیں ہوئی، کیوں کہ عہد فاروقی میں اس حوالے سے بہت اہم فیصلے کیے جاچکے تھے۔ اور ادارے اپنی جگہ مستحکم اور فعال تھے۔ آپ کے عہد میں بحری فوج کا قیام عمل میں لایا گیا جس سے مسلمانوں کی عسکری قوت میں بے پناہ اضافہ ہوا اور اسلامی فتوحات کا سلسلہ دراز ہوتا گیا۔ رومی جو اپنی بحری طاقت کے باعث بہت اکڑ رہے تھے، مسلمانوں سے خوفزدہ ہوگئے۔ بحری فوج کا قیام تاریخ میں آپ کے دور میں ہونے والا اہم ترین کارنامہ کے طور پر درج ہے۔

دور عثمانی کے ابتدائی پانچ برس نہایت امن سے گزرے۔ فتوحات ہوئیں، مال غنیمت کی فروانی، محاصل وخراج کی زیادتی کے باعث خوشحالی اور امن کا دور دورہ رہا۔ زراعت وتجارت کے شعبوں میں ترقی ہوئی۔ دور عثمانی میں سازشوں اور بغاوتوں نے بھی سر اٹھایا۔ اس کی بہت سی وجوہات بیان کی جاتی ہیں۔ آپ نہایت نرم خو اور درگزر کرنے والوں میں سے تھے۔ دشمنان اسلام اور صحابہ سے بغض رکھنے والوں نے حضرت عثمانؓ کی اسی عادت سے فائدہ اٹھایا اور بگاڑ پیدا کرتے چلے گئے۔ خلیفہ وقت پر جھوٹے الزامات لگا رامت کو گمراہ کیا گیا۔ آپ کے دور میں بنوامیہ سے تعلق رکھنے والے سرداروں کو مختلف عہدوں پر فائز کیا گیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ ان پر زیادہ اعتماد کرتے تھے۔ لیکن اس سے بنوہاشم سخت خفا تھے۔ نبی پاکؐ سے نسبی تعلق کی بنیاد پر وہ خلافت کو اپنا موروثی حق سمجھتے تھے۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ پر شدید نکتہ چینی کی گئی۔ اقربا پروری کے الزامات عائد کئے گئے۔ آپ نے امت کو انتشار کا شکار ہونے سے بچانے کی خاطر انہیں مطمئن کرنے کے لئے الزامات کی تردید کی اور اعتراضات کے جوابات بھی دیئے۔ حضرت علیؓ اور چند دیگر صحابہ نے حالات کو سنبھالنے کی کوشش کی، لیکن کچھ نہیں ہوا۔

حضرت عثمان غنیؓ کی پوری کوشش تھی کہ خون خرابہ نہ ہو۔ انہوں نے اپنی جانب سے مخالفین کو بہت سمجھایا مگر وہ نہ مانے۔ ایک روز باغی حضرت عثمانؓ کے مکان میں داخل ہوگئے۔ اس وقت آپ قرآن کی تلاوت کررہے تھے۔ کہ ایک شقی القلب نے تلوار کا وار کرکے آپ کو شہید کردیا۔ آپ نے بیاسی سال کی عمر میں 18 ذی الحجہ 35ھ بروز جمعہ عصر کے وقت شہادت پائی۔ حضرت عثمانؓ کا سب سے بڑا کارنامہ عالم اسلام کو ایک قرآن پر جمع کرنا تھا۔ آپ کے دور میں سلطنت کو بے انتہاء وسعت نصیب ہوئی اور خصوصاً غیر عرب علاقوں میں اسلامی تعلیمات اور قرآن پڑھنے والے بڑھ گئے۔

(بقیہ......صفحہ ۱۳ پر)

محمد قمر الزماں ندوی
استاذ مدرسہ نور الاسلام کنڈہ پرتاب گڑھ

ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ

نام خدیجہ، کنیت ام ہند اور لقب طاہرہ تھا، سلسلۂ نسب اس طرح ہے۔ خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی۔ قصی پر پہنچ کر حضرت خدیجہؓ کا خاندان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان سے جاملتا ہے۔ والدہ کا نام فاطمہ بنت زائدہ تھا۔ حضرت خدیجہؓ عام الفیل سے ۱۵ سال قبل پیدا ہوئیں۔ شعور عمر کو پہنچی تو آپ نے پاکیزہ اخلاق کی بنا پر طاہرہ کے لقب سے مشہور ہوئیں۔ پہلی شادی ابوہالہ تمیمی سے ہوئی، ابوہالہ کے بعد عتیق بن عابد مخزومی کی زوجیت میں آئیں۔ جنگ فجار میں حضرت خدیجہ کے والد مارے گئے تھے۔ کچھ دنوں کے بعد عتیق بھی وفات پاگیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب حضرت خدیجہؓ کا سامان لے کے ملک شام سے واپس ہوئے تو حضرت خدیجہؓ آپ کی دیانت وامانت، صدق وعدالت، راست بازی ومعاملہ فہمی سے بہت متاثر ہوئیں اور آپؐ کے حسن ومعاملہ کی شہرت سے متاثر ہوکر حضرت خدیجہؓ نے آپ کو نکاح کا پیغام بھیجا۔ آپؐ نے اس رشتہ کو منظور فرمالیا اور شادی کی تاریخ مقرر ہوگئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت خدیجہؓ کے خاندان کے بزرگ جمع ہوئے۔ ابوطالب نے خطبۂ نکاح پڑھا۔ ۵۰۰ درہم مہر قرار پایا اور اس طرح خدیجہ طاہرہؓ حرم نبوت میں ام المومنین کے شرف سے ممتاز ہوئیں۔ صحیح روایت کے مطابق اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر پچیس سال اور حضرت خدیجہؓ کی عمر چالیس سال کی تھی۔ یہ بعثت نبوی سے پندرہ سال پہلے کا واقعہ ہے۔ چالیس سال کی عمر میں جب آنحضرت کو اللہ تعالیٰ نے خلعت نبوت سے نوازا تو قدرتی طور پر بیوی کی حیثیت سے آپؐ نے سب سے پہلے حضرت خدیجہؓ ہی کو دعوت اسلام دیا اور انہوں نے تمام لوگوں سے پہلے قبول اسلام کا شرف حاصل کیا۔ حضرت خدیجہؓ نے آنحضرتؐ کی نبوت کی تصدیق ہی نہیں کی بلکہ ابتدائے اسلام ہی سے وہ آپؐ کی سب سے بڑی مددگار تھیں۔ دعوت اسلام کے سلسلے میں جب آپ کو مشرکین مکہ نے طرح طرح سے ستایا تو حضرت خدیجہ نے آپ کو تسلی دی اور آپؐ سے کہا کہ آپ گھبرائیں نہیں، اللہ تعالیٰ آپ کی مدد کرے گا۔ نبوت کے ساتویں سال جب قریش نے مسلمانوں کو شعب ابی طالب میں محصور ہونے پر مجبور کیا تو حضرت خدیجہؓ بھی آپ کے ساتھ تھیں۔ شعب ابی طالب میں کبھی کبھی حضرت خدیجہؓ کے اثر ورسوخ سے کھانا پہنچ جاتا تھا اس خدمت کو عام طور پر حکیم بن حزام اور حضرت خدیجہؓ کے کچھ اور رشتہ دار انجام دیتے تھے۔ اشاعت اسلام کے بارے میں حضرت خدیجہؓ آنحضرت کی مشیر تھیں۔ انہوں نے زمانہ جاہلیت میں بھی بت پرستی نہیں کی۔ وہ اپنی دولت وثروت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر موقع پر بھرپور امداد کرتی تھیں۔

نکاح کے بعد پچیس سال زندہ رہیں اور ۱۱ر رمضان المبارک ۱۰ نبوی (ہجرت سے تین سال قبل) میں آپ کا انتقال ہوا۔ انتقال کے وقت ان کی عمر ۶۴ سال ۶ ماہ کی تھی۔ چونکہ اس وقت تک نماز جنازہ کی مشروعیت نہیں ہوئی تھی اس لئے بغیر نماز جنازہ کے دفن کردی گئیں۔ حضورؐ نے خود ان کی قبر میں اتر کر اپنے اس سب سے بڑے ہمدرد اور مخلص کو اللہ کے سپرد کیا۔ حضرت خدیجہؓ کی قبر حجون میں ہے۔ اور زیارت گاہ عوام وخواص ہے۔

آنحضرتؐ سے حضرت خدیجہؓ کو چھ

اولادیں ہوئیں۔ دولڑکے شروع ہی میں انتقال کر گئے۔ چار لڑکیاں زندہ رہیں۔ نام بالترتیب اس طرح ہیں قاسم (انہیں کے نام پر آپؐ نے اپنی کنیت ابوالقاسم رکھی) قاسم صغرسنی میں مکہ مکرمہ میں فوت ہو گئے تھے۔ دوسری اولاد حضرت زینب تھیں، تیسری حضرت عبداللہ تھے (جو زمانہ نبوت میں پیدا ہوئے اور طیب وطاہر کے لقب سے ملقب تھے انہوں نے بھی بہت کم عمر پائی) چوتھی حضرت رقیہؓ اور پانچویں حضرت ام کلثوم تھیں۔ حضرت خدیجہؓ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے چھوٹی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ تھیں جن کے فضائل ومناقب احادیث کی کتابوں میں مذکور ہیں اور جنہیں یہ شرف حاصل ہے کہ ان سے آپ کا سلسلہ نسل چلا اور دنیا میں پھیلا۔ حضرت خدیجہؓ کے پہلے شوہر سے دولڑکے تھے جن کا نام ہالہ اور ہند تھے۔ دوسرے شوہر عتیق سے ایک لڑکی پیدا ہوئی اس کا نام بھی ہند تھا۔

"امہات المومنین میں حضرت خدیجہ کو یہ شرف حاصل ہے کہ وہ آنحضورؐ کی پہلی بیوی ہیں۔ آنحضرتؐ کو ان کی ذات سے حد درجہ عقیدت ومحبت تھی۔ آنحضرتؐ نے ان کی موجودگی میں دوسری شادی نہیں کی۔ حضرت ابراہیمؓ کے علاوہ تمام اولادیں انہیں سے ہوئیں۔ ان کی وفات کے بعد آنحضرتؐ کا دستور تھا جب کوئی جانور ذبح کرتے تو ان کی سہیلوں کے گھر گوشت پہنچاتے۔ آنحضرتؐ حضرت خدیجہؓ کے سلسلے میں فرمایا کرتے کہ جب لوگوں نے میری تکذیب کی تو خدیجہؓ نے میری تصدیق کی جب لوگ کافر تھے تو وہ اسلام لائیں جب میرا کوئی مددگار نہ تھا، انہوں نے میری مدد کی۔ اور میری اولادیں انہیں سے ہوئیں۔

ایک مرتبہ حضرت خدیجہؓ برتن میں کچھ لا رہی تھیں حضرت جبرئیل نے کہا آپ ان کو میرا اسلام اور میرے آقا کا سلام پہنچا دیں۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ گو میں نے خدیجہؓ کو نہیں دیکھا لیکن مجھ کو جس قدر اس پر رشک آتا ہے کسی اور پر نہیں آتا جس کی وجہ یہ تھی کہ آنحضرتؐ ہمیشہ ان کا ذکر کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ میں نے اس پر آپ کو رنجیدہ کیا لیکن آپؐ نے فرمایا کہ خدا نے مجھ کو ان کی محبت دی ہے۔ حضرت خدیجہؓ کے فضائل میں بہت سی حدیثیں مروی ہیں ایک حدیث میں ہے دنیا میں افضل ترین عورت مریم اور خدیجہؓ ہیں ایک موقع پر آنحضرتؐ کے پاس جبرئیل بیٹھے تھے حضرت خدیجہؓ آئیں تو حضرت جبرئیل نے فرمایا ان کو جنت میں ایسا گھر ملنے کی بشارت سنایئے جو موتی کا ہوگا جس میں شور وشغب اور محنت ومشقت نہ ہوگی۔

(رضی اللہ عنہا)

☆☆☆

"ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ" (اگرچہ وہ جائز ہے) دین کا کام چھوڑ کر لگ گئے تو یہ تمہارے لئے تباہی کی بات ہوگی۔

یہ تھا وہ اعتدال اور درمیان کی راہ، جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو ڈالا تھا اور اس کی تربیت دی تھی کہ اپنی دنیاوی زندگی کی حسب ضرورت فکر رکھو اور اپنے دین کے حق کو بھی پوری طرح ادا کرو۔

آپ نے فرمایا: "الدین یسر" کہ مذہب آسان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کے لئے مذہب کو آسان بنادیا ہے، اس پر پوری طرح عمل کرنا آسان ہے، دین پر پورا عمل کرنے سے برکت ہوتی ہے اور اللہ کی نصرت کے وعدے پورے ہوتے ہیں، امت محمدیہ کے لئے اس میں آسانی ہے اور یہی اس کی فلاح کی راہ ہے۔

اسلام میں دین و دنیا دونوں کی رعایت رکھی گئی ہے، اس میں آسانی کے ساتھ اعتدال بھی ہے، اس طرح دین پر عمل آسانی اور خوبی کے ساتھ ہوتا ہے، آدمی کو ایسے مجاہدے نہیں کرنا پڑتے کہ اس کی طاقت سے باہر ہوں، یہ ایسی نعمت ہے کہ کسی دوسرے مذہب میں نہ ملے گی، اس کے بعد مسلمانوں کا دین پر عمل کرنے میں کوتاہی کرنا بہت عجیب بات بھی ہے اور افسوس کی بات بھی ہے۔

اصلاح نفس اور تعلق مع اللہ کیسے؟

سید احمد ومیض ندوی

اس وقت ہماری زندگی کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے جسے فساد اور بگاڑ سے پاک کہا جاسکے۔ معاشرت ہو کہ معاملات، انفرادی زندگی ہو کہ اجتماعی مسائل، ہر جگہ فساد اور بگاڑ نظر آتا ہے۔ حتیٰ کہ اصلاح معاشرہ کے مقصد سے قائم کی گئی تنظیمیں اور ادارے بھی فساد سے دوچار ہے۔ اس صورت حال کی ایک بنیادی وجہ ہر شخص کا اپنے نفس کی اصلاح سے غافل ہونا اور تعلق مع اللہ کی کمی ہے۔ اگر معاشرہ کا ہر فرد اپنے نفس کی اصلاح پر توجہ مرکوز کرنے لگے اور تعلق مع اللہ کی فکر کرنے لگے تو زندگی کے سارے شعبوں سے فساد کا خاتمہ ہو جائے۔ اصلاح نفس کی اسی اہمیت کے پیش نظر کتاب و سنت میں اس پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے۔ نفس کی اصلاح وتزکیہ کو ہر طرح کی کامیابی کا زینہ قرار دیا گیا۔ ارشاد ربانی ہے: "قد افلح من زکّھا و قد خاب من دسّھا" (الشمس: ۱۰۔۹) جس نے نفس کو (رذائل سے) پاک کیا وہ کامیاب ہوا اور جس نے نفس کو (گناہوں سے) آلودہ رکھا وہ ناکام و نامراد رہا۔ حضرات انبیاء کرامؑ کی بعثت کے جہاں اور مقاصد ذکر کئے گئے ان میں ایک اہم ترین مقصد تزکیہ نفس قرار دیا گیا۔ ھوالذی بعث فی الامیین رسولا منھم یتلوا علیھم آیاتہ ویزکیھم و یعلمھم الکتاب و الحکمۃ و ان کانوا من قبل لفی ضلال مبین۔ (الجمعۃ:۲) وہی خدا ہے جس نے امیوں میں ایک رسول کو مبعوث فرمایا جو ان کے سامنے اللہ کی آیات پڑھ کر سناتے ہیں اور ان کا تزکیہ کرتے ہیں اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔ اگرچہ وہ لوگ اس سے قبل کھلی گمراہی میں تھے۔ قرآن مجید میں جگہ جگہ تقویٰ اختیار کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔ تقویٰ نام ہے نفس کی اصلاح کا جس کے بعد آدمی پھونک پھونک کر قدم رکھتا ہے۔

ہمارے بزرگوں نے قرآن وحدیث اور سیرت رسول کی روشنی میں تزکیہ واصلاح نفس کے کورس کو اس قدر سہل کرکے پیش کیا ہے کہ اگر کوئی سچا طالب اس راہ پر چلنا چاہے تو اس کے لئے کسی قسم کی دشواری پیش نہ آئے گی۔ بزرگوں نے اپنے مختصر اور جامع ملفوظات کے ذریعہ انتہائی آسان اسلوب میں تزکیہ نفس اور اصلاح ذات کے نکات بکھیر دیئے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ بزرگوں کی ان ہدایات کو حرز جاں بنالیا جائے۔ ایک بزرگ اصلاح نفس کا آسان نسخہ تجویز کرتے ہوئے فرماتے ہیں "دو رکعت نماز توبہ کی نیت سے پڑھ کر یہ دعا مانگو۔

اے اللہ! میں آپ کا سخت نافرمان بندہ ہوں، میں فرماں برداری کا ارادہ کرتا ہوں مگر میرے ارادے سے کچھ نہیں ہوتا اور آپ کے ارادہ سے سب کچھ ہوسکتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ میری اصلاح ہو، مگر ہمت نہیں ہوتی، آپ ہی کے اختیار میں میری اصلاح ہے۔

اے اللہ! میں سخت نالائق ہوں، میں تو عاجز ہو رہا ہوں آپ ہی میری مدد فرمایئے۔ میرا قلب ضعیف ہے گناہوں سے بچنے کی قوت نہیں، آپ ہی غیب سے میری نجات کا سامان پیدا کیجئے۔ اے اللہ! جو گناہ میں نے اب تک کئے ہوں انہیں اپنی رحمت سے معاف فرمایئے۔

غرض اس طرح روزانہ اپنے گناہوں کی معافی اور عجز کا اقرار اپنی اصلاح کی دعا اور اپنی نالائقی کو خود اپنی زبان سے کہہ لیا کرو۔ صرف دس منٹ روزانہ یہ کام کرلیا کرو۔ لو بھائی! دوا بھی مت پیو، پرہیز بھی

مت چھوڑو، صرف اس تھوڑے سے نمک کا استعمال سوتے وقت کرلیا کرو۔ آپ دیکھیں گے کہ کچھ دن بعد غیب سے ایسا سامان ہوگا کہ ہمت بھی قوی ہوجائے گی شان میں بھی بٹہ نہ لگے گا، دشواریاں بھی نہ آئیں گی، غرض غیب سے ایسا سامان ہوجائے گا کہ آپ کے ذہن میں بھی نہیں ہے۔" (قنوت نازلہ)

ایک دوسرے مقام پر حضرت تھانویؒ نے چار اعمال کو پورے طریق وسلوک کا خلاصہ قرار دیا، وہ چار اعمال یہ ہیں: صبر، شکر، استغفار اور استعاذہ۔

فرمایا کہ زمانہ حال میں کوئی بات بات ناگوار پیش رہی ہوگی یا پسندیدہ۔ تو ناگوار بات پر صبر اور پسندیدہ بات پر شکر کی عادت ڈالو۔ زمانہ ماضی کا خیال آئے تو اس پر استغفار کرتے رہو اور مستقبل میں کسی ناگوار بات کا اندیشہ سامنے آئے تو استعاذہ کرو۔ اس سے اللہ کی پناہ مانگو اور خیر کی دعا کرو۔ اس طرح انسان کی زندگی کا کوئی لمحہ ان چار اعمال باطنہ سے خالی نہیں ہونا چاہئے اور ان اعمال کو ہمہ وقت انجام دینے کی مشق کرکے اس کی عادت ڈال لی جائے تو وہ تعلق مع اللہ جس کے حصول کے لئے چوڑے مجاہات کئے جاتے ہیں وہ خود بخود حاصل ہوجائے گا۔ (تصوف عصر جدید میں)

ایک مقام پر تعلق مع اللہ کی ترکیب کی وضاحت کرتے ہوئے پانچ امور کی نشاندگی فرمائی۔

۱-بقدر ضرورت علم دین۔ ۲-پختہ توبہ (اگر توبہ ٹوٹ جائے تو بذریعہ صلوٰۃ التوبہ)۔ ۳-صحبت کاملین۔ ۴-سوتے وقت اپنا احتساب۔ ۵-تنہائی میں کچھ وقت اللہ کی یاد (مواعظ دنیا وآخرت)۔

ایک اور مقام پر اصلاح نفس کے طلب گاروں کے لئے معمولات کی وضاحت کرتے ہوئے درج ذیل امور تجویز فرمائے۔ جو ان سات اعمال کا اہتمام کرے گا اس کے لئے اصلاح نفس کا راستہ آسان ہوجائے گا۔

۱-صدق دل سے توبہ بعد نماز توبہ یا بعد صلوٰۃ التسبیح اور حق تعالیٰ سے مضبوط عہد اطاعت۔ ۲-حق تعالیٰ کی رضا کی طلب اور آخرت کی انتہائی محبت۔ ۳-آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نہایت محبت اور زندگی کے ہر شعبے میں آپ کی اطاعت کاملہ۔ ۴-آداب وحضور قلب کے ساتھ نماز کی پابندی۔ ۵-حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد کی ادائیگی کا اہتمام۔ ۶-قرآن کریم کی تلاوت ذوق وتوجہ کے ساتھ اور حدیث و آثار وسیرت کا مطالعہ واہتمام۔ ۷-بکثرت درود شریف اور مسنون دعاؤں کا التزام۔

ایک جگہ حاصل تصوف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں "وہ ذرا سی بات جو حاصل ہے۔ تصوف یہ ہے کہ جس طاعت میں سستی محسوس ہو سستی کا مقابلہ کرکے اس طاعت کو کرے اور جس گناہ کا تقاضہ ہو تقاضے کا مقابلہ کرکے اس گناہ سے بچے، جس کو یہ بات حاصل ہوگئی اس کو پھر کچھ بھی ضرورت نہیں کیونکہ یہی بات تعلق مع اللہ پیدا کرنے والی ہے اور یہی اس کو بڑھانے والی ہے۔" (تصوف عصر جدید میں)۔

ہر مسلمان کو شب و روز کس طرح گزارنا چاہئے اور شب و روز میں کن اعمال کا خصوصی اہتمام کرنا چاہئے اس کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت نے ۴۰ باتیں ذکر فرمائی ہیں۔ "ہر مسلمان کو شب وروز اس طرح گزارنا چاہئے۔"

۱-ضرورت کے موافق دین کا علم حاصل کرے۔ خواہ کتاب پڑھ کر یا علماء سے پوچھ کر۔

۲-تمام گناہوں سے بچے۔

۳-اگر کوئی گناہ ہوجائے تو فوراً توبہ کرے۔

۴-کسی کا حق نہ مارے، کسی کو ہاتھ یا زبان سے تکلیف نہ دے، کسی کی برائی نہ کرے۔

۵-مال کی محبت اور نام کی خواہش نہ رکھے، نہ بہت اچھے کھانے کپڑے کی فکر کرے۔

۶-اگر اس کی خطا پر کوئی ٹوکے تو اپنی بات نہ بنائے فوراً اقرار اور توبہ کرے۔

۷-بدون سخت ضرورت کے سفر نہ کرے۔ سفر میں بہت سی باتیں بے احتیاطی کی ہوتی ہیں بہت سے نیک کام چھوٹ جاتے ہیں۔ وظیفوں میں خلل پڑتا ہے۔ وقت پر کوئی کام نہیں ہوتا۔

۸-نہ بہت ہنسے، نہ بہت بولے، خاص کر

نامحرم سے بے تکلفی کی باتیں نہ کرے۔

۹-کسی سے جھگڑا تکرار نہ کرے۔

۱۰-شریعت کا ہر وقت خیال رکھے۔

۱۱-عبادت میں سستی نہ کرے۔

۱۲-زیادہ وقت تنہائی میں رہے۔

۱۳-اگر اوروں سے ملنا جلنا پڑے تو سب سے عاجز ہوکر رہے۔

۱۴-اور امیروں سے تو بہت کم ملے۔

۱۵-بددین آدمی سے دور بھاگے۔

۱۶-دوسروں کے عیب نہ ڈھونڈے، کسی پر بدگمانی نہ کرے۔ اپنے عیبوں کو دیکھا کرے اور ان کی درستی کرے۔

۱۷-نماز کو اچھی طرح، اچھے وقت، دل سے، پابندی کے ساتھ ادا کرنے کا بہت خیال رکھے۔

۱۸-دل یا زبان سے ہر وقت اللہ کی یاد میں رہے کسی وقت غافل نہ ہو۔

۱۹-اگر اللہ کا نام لینے سے مزہ آئے، دل خوش ہو تو اللہ تعالیٰ کا شکر بجالائے۔

۲۰-بات نرمی سے کرے۔

۲۱-سب کاموں کے لئے وقت مقرر کرے اور پابندی سے اس کو نبھائے۔

۲۲-جو کچھ رنج وغم اور نقصان پیش آئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جانے، پریشان نہ ہو اور یوں سمجھے کہ اس میں مجھ کو ثواب ملے گا۔

۲۳-ہر وقت دل میں دنیا کا حساب کتاب اور دنیا کے کاموں کا ذکر مذکور نہ رکھے بلکہ خیال بھی اللہ ہی کا رکھے۔

۲۴-جہاں تک ہوسکے دوسروں کو فائدہ پہنچائے خواہ دنیا کا ہو یا دین کا۔

۲۵-کھانے میں نہ اتنی کمی کرے کہ کمزور یا بیمار ہوجائے نہ اتنی زیادتی کرے کہ عبادت میں سستی ہونے لگے۔

۲۶-خدا تعالیٰ کے سوا کسی سے طمع نہ کرے نہ کسی طرف خیال دوڑائے کہ فلاں جگہ سے ہم کو یہ فائدہ ہوجائے گا۔

۲۷-خدائے تعالیٰ کی تلاش میں بے چین رہے۔

۲۸-نعمت تھوڑی ہو یا بہت اس پر شکر بجالائے اور فقر وفاقہ سے تنگ دل نہ ہو۔

۲۹-جو اس کے زیر دست ہیں ان کی خطا و قصور سے درگزر کرے۔

۳۰-کسی کا عیب معلوم ہوجائے تو اس کو چھپائے البتہ اگر کوئی کسی کو نقصان پہنچانا چاہتا ہے اور تم کو معلوم ہوجائے تو اس شخص سے کہہ دے۔

۳۱-مہمانوں، مسافروں، غریبوں عالموں اور درویشوں کی خدمت کرے۔

۳۲-نیک صحبت اختیار کرے۔

۳۳-ہر وقت خدا تعالیٰ سے ڈرا کرے۔

۳۴-موت کو یاد رکھے۔

۳۵-کسی وقت بیٹھ کر روز کے روز اپنے دن بھر کے کاموں کو سوچا کرے جو نیکی یاد آئے اس پر شکر کرے گناہ پر توبہ کرے۔

۳۶-جھوٹ ہرگز نہ بولے۔

۳۷-جو محفل خلاف شرع ہو وہاں ہرگز نہ جائے۔

۳۸-شرم وحیاء اور بردباری سے رہے۔

۳۹-ان باتوں پر مغرور نہ ہو کہ میرے اندر ایسی خوبیاں ہیں۔

۴۰-اللہ تعالیٰ سے دعا کیا کرے کہ ہمیشہ نیک راہ پر قائم رکھے۔ (کتابچہ مطبوعہ خانقاہ امدادیہ اشرفیہ)

●●

بقیہ...... جامع القرآن حضرت عثمان غنیؓ

تو معلوم ہوا کہ عربی سے ناواقفیت کی بناپر لوگ اللہ کی کتاب کو مختلف طریقوں اور تلفظ کے ساتھ پڑھ رہے ہیں۔ اس پر آپ نے تمام علاقوں سے قرآن کے نسخے منگوالیے اور حضرت عمرؓ کا محفوظ نسخہ حاصل کرکے اسے عام کیا۔ اس نسخہ کی متعدد نقلیں تیار کرائیں گئیں اور مختلف ملکوں میں روانہ کردی گئیں۔ یہ حضرت عثمانؓ کا امت مسلمہ پر عظیم احسان ہے۔ اسی بناپر آج دنیا بھر میں مسلمان ایک قرآن پر متفق ہیں۔ آپ کو اسی لیے جامع القرآن بھی کہا جاتا ہے۔ مسجد نبوی کی تعمیر وتوسیع کا روشن کارنامہ بھی حضرت عثمانؓ نے انجام دیا۔ اگرچہ حضرت عمرؓ نے بھی مسجد کو وسیع کیا تھا، لیکن حضرت عثمانؓ نے اس پر زیادہ توجہ دی اور اسے وسعت دے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی بے انتہا درجہ کی محبت اور عقیدت کا اظہار کیا۔

☆☆☆

مفتی کلیم رحمانی

تدبر قرآن کی اہمیت

اللہ تعالیٰ نے قرآن سے متعلق جن چیزوں کا حکم دیا ہے ان میں سے ایک چیز تدبر قرآن ہے اور ایک مسلمان کے لئے اللہ کے تمام احکام کو پورا کرنا ضروری ہے، اس لئے مسلمان کی ایک ذمہ داری یہ بھی ہے کہ وہ قرآن میں تدبر کرے۔ تدبر قرآن کے معنی ہیں قرآن کے معانی و مضامین میں غور کرنا۔ اور یہ اس لئے ضروری ہے کہ آدمی قرآن کے معانی و مضامین میں جتنا غور و فکر کرے گا اس کے ایمان و اعمال میں اتنا ہی اضافہ ہوگا اور تدبر قرآن سے آدمی جتنی زیادہ پہلو تہی کرے گا وہ اتنا ہی ایمان و اعمال سے محروم رہے گا۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں تدبر نہ کرنے کو منافق کا رویہ قرار دیا۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے۔

افلا یتدبرون القرآن ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا (النساء:۸۲)

"کیا یہ قرآن میں غور و فکر نہیں کرتے اگر یہ اللہ کے علاوہ کسی اور کے پاس سے آیا ہوتا تو اس میں یہ بہت اختلاف پاتے"۔

اس آیت کی تفسیر میں مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے اپنی تفسیر معارف القرآن میں جو کلمات تحریر فرمائے وہ ملاحظہ ہوں، افلا یتدبرون فرمایا افلا یقرأون نہیں فرمایا، اس سے بظاہر ایک لطیف اشارہ اس بات کی طرف معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت سے یہ بات سمجھائی جارہی ہے کہ وہ اگر گہری نظر سے قرآن کو دیکھیں تو ان کو اس کے معانی و مضامین میں کوئی اختلاف نظر نہیں آئے گا اور یہ مفہوم تدبر کے عنوان سے ہی ادا ہو سکتا ہے، صرف تلاوت اور قرأت جس میں تدبر اور غور و فکر نہ ہو اس سے بہت سے اختلاف نظر آنے لگتے ہیں جو حقیقت کے خلاف ہے۔ دوسری بات اس آیت سے یہ معلوم ہوئی کہ قرآن کا مطالبہ ہے کہ ہر انسان اس کے مطالب میں غور کرے لہٰذا یہ سمجھنا کہ قرآن میں تدبر کرنا صرف اماموں اور مجتہدوں ہی کے لیے ہے، صحیح نہیں ہے۔ البتہ تدبر کے درجات علم و فہم کے درجات کی طرح مختلف ہوں گے، ائمہ مجتہدین کا تفکر ایک ایک آیت سے ہزاروں مسائل نکالے گا، عام علماء کا تفکر ان مسائل کے سمجھنے تک پہنچے گا، عوام اگر قرآن کا ترجمہ اور تفسیر اپنی زبان میں پڑھ کر تدبر کریں تو اس سے اللہ تعالیٰ کی عظمت و محبت اور آخرت کی فکر پیدا ہوگی جو کلیدی کامیابی ہے، البتہ عوام کے لیے غلط فہمی اور مغالطہ سے بچنے کے لیے بہتر یہ ہے کہ کسی عالم سے قرآن کو سبقاً سبقاً پڑھیں، یہ نہ ہو سکے تو کوئی مستند و معتبر تفسیر کا مطالعہ کریں اور جہاں کوئی شبہ پیش آئے اپنی رائے سے فیصلے نہ کریں بلکہ ماہر علماء سے رجوع کریں۔

(معارف القرآن:۲/۴۸۸)

مفتی محمد شفیع صاحب کے مذکورہ تفسیری کلام سے یہ بات واضح ہوگئی کہ معانی قرآن جانے بغیر قرآن کی تلاوت تدبر کے درجہ میں نہیں آتی، اس لئے محض تلاوت و قرأت سے تدبر کا حکم پورا نہیں ہو سکتا۔ سورہ محمد کی آیت ۲۴ میں بھی اللہ تعالیٰ نے قرآن میں غور و فکر نہ کرنے کو منافقین کی روش قرار دیا۔ چنانچہ ان کے اس رویے پر تنبیہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

افلا یتدبرون القرآن ام علیٰ قلوب اقفالھا

کیا یہ قرآن میں غور و فکر نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر قفل لگے ہوئے ہیں۔

اس آیت سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ معانی قرآن میں غور و فکر نہ کرنا منافقین کا طرز عمل ہے، ساتھ ہی اس میں

یہ تقاضا بھی پوشیدہ ہے کہ قرآن میں غور و فکر کرنا مومنین کا طرز عمل ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

کتب انزلناہ الیک مبٰرک لیدبروا آیٰتہ ولیتذکر اولو الالباب"(ص:۲۹)

یہ بابرکت کتاب ہم نے آپ کی طرف نازل کی تاکہ (لوگ) اس کی آیات میں غور و فکر کریں اور عقل مند اس سے نصیحت حاصل کریں"۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے بھی تدبر قرآن کی اہمیت واضح ہوتی ہے جو بیہقی اور مشکوٰۃ میں ہے:

عن عبیدۃ الملکی وکانت لہ صحبۃ قال، قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یأھل القرآن لاتتوسدوا القرآن واتلوہ حق تلاوتہ من آناء اللیل والنھار وافشوہ تغنوہ وتدبروا مافیہ لعلکم تفلحون ولاتعجلون ثوابہ فان ثوابا۔

"حضرت عبیدہ ملکی صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے قرآن والو! قرآن کو تکیہ نہ بناؤ اور اس کی تلاوت کرو جیسا کہ اس کی تلاوت کا حق ہے۔ رات اور دن کے اوقات میں، اور اس کو پھیلاؤ اور اس کو خوش آوازی سے پڑھو اور اس میں غور و فکر کرو تا کہ تم کامیابی کو پہنچو اور اس ثواب میں جلدی کرو کہ اس کے لیے آخرت میں بڑا ثواب ہے"۔

قرآن سے دوری امت کے زوال کا سبب

ہم امت کے دو اہم مفکرین کا ایک تجزیہ اور مشورہ پیش کرتے ہیں جو اپنے اندر امت کے لیے دعوت فکر و عمل رکھتا ہے۔ اس تجزیے اور مشورے کو مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے اپنی کتاب وحدت امت میں تحریر کیا ہے۔ چنانچہ اس کتاب کے صفحہ ۵۰، ۵۱ کی پوری عبارت قارئین کی خدمت میں من و عن پیش ہے:

شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ، مالٹا کی چار سالہ جیل سے رہائی کے بعد دارالعلوم دیوبند تشریف لائے تو علماء کے ایک مجمع کے سامنے آپ نے یہ اہم بات ارشاد فرمائی کہ جو لوگ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے واقف ہیں وہ اس سے بھی بے خبر نہیں ہیں کہ ان کی یہ قید و بند عام سیاسی لیڈروں کی قید نہ تھی، جنگ آزادی میں اس درویش کی ساری تحریکات صرف رضائے حق سبحانہ وتعالیٰ کے لیے اور امت کی اصلاح و فلاح کے گرد گھومتی تھیں، مسافرت اور تنہائی، بے کسی کے عالم میں گرفتاری کے وقت جو جملہ ان کی زبان مبارک پر آیا تھا وہ ان کے عزم و مقصد کا پتہ دیتا ہے، فرمایا: الحمد للہ بمصیبتے گرفتارم نہ بمعصیتے" (اللہ کا شکر ہے کہ میں مصیبت میں گرفتار ہوا، معصیت میں نہیں۔ شیخ الہند کے اس بیان سے ان کے عزم و حوصلے کا پتہ چلتا ہے۔ جیل کی تنہائیوں میں ایک رات بہت مغموم دیکھ کر بعض رفقا نے کچھ تسلی کے الفاظ کہنا چاہے تو فرمایا: اس تکلیف کا کیا غم جو ایک روز ختم ہونے والی ہے، غم تو اس کا ہے کہ یہ تکلیف ومحنت اللہ تعالیٰ کے نزدیک قبول ہے یا نہیں۔

مالٹا کی قید سے واپس آنے کے بعد ایک رات بعد عشاء دارالعلوم میں تشریف فرما تھے، علماء کا بڑا مجمع سامنے تھا۔ اس وقت فرمایا کہ ہم تو مالٹا کی زندگی میں دو سبق سیکھے ہیں۔ یہ الفاظ سن کر سارا مجمع ہمہ تن گوش ہو گیا کہ اس استاذ العلماء درویش نے اسی سال علماء کو درس دینے کے بعد آخر عمر میں جو سبق سیکھے ہیں وہ کیا ہیں۔ فرمایا کہ میں نے جہاں تک جیل کی تنہائیوں میں اس پر غور کیا کہ پوری دنیا میں مسلمان دینی اور دنیوی ہر حیثیت سے کیوں تباہ ہو رہے ہیں تو اس کے دو سبب معلوم ہوئے۔ ایک ان کا قرآن کو چھوڑ دینا، دوسرے آپس کے اختلاف اور خانہ جنگی، اس لئے میں وہیں سے یہ عزم لے کر آیا ہوں کہ اپنی باقی زندگی اس کام میں صرف کروں کہ قرآن کریم لفظاً اور معناً عام کیا جائے، بچوں کے لیے لفظی تعلیم کے

مکاتب ہر بستی بستی قائم کئے جائیں، بڑوں کو عوامی درس قرآن کی صورت میں اس کے معانی سے روشناس کرایا جائے اور قرآنی تعلیمات پر عمل کے لیے آمادہ کیا جائے اور مسلمانوں کے باہمی جنگ وجدال کو کسی قیمت پر برداشت نہ کیا جائے۔

نباض امت نے ملت مرحومہ کے مرض کی جو تشخیص اور تجویز فرمائی تھی باقی ایام زندگی میں ضعف وعلالت اور ہجوم مشاغل کے باوجود اس کے لئے سعی پیہم فرمائی۔ بذات خود درس قرآن شروع کریا، جس میں تمام علمائے شہر، حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ اور حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ جیسے علماء بھی شریک ہوتے تھے اور عوام بھی۔ اس ناکارہ کو اس درس میں شرکت کا شرف حاصل رہا ہے، مگر اس واقعے کے بعد حضرتؒ کی عمر ہی گنتی کے چند ایام تھے۔ آج بھی مسلمان جن بلاؤں میں مبتلا اور جن حوادث وآفات سے دوچار ہیں اگر بصیرت سے کام لیا جائے تو ان کے سب سے بڑے سبب بھی دو ثابت ہوں گے۔ قرآن کو چھوڑنا اور آپس میں لڑنا۔ غور کیا جائے تو یہ آپس کی لڑائی بھی قرآن کو چھوڑنے ہی کا لازمی نتیجہ ہے۔ قرآن پر کسی درجہ میں بھی عمل ہوتا تو یہ خانہ جنگی یہاں تک نہ پہنچتی"۔

(منقول، وحدت امت، صفحہ: ۵۰، ۵۱)

مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے تبصرے سے یہ بات واضح ہوئی کہ دراصل امت مسلمہ کی تباہی کا ایک ہی سبب ہے اور وہ ہے قرآن سے بے رخی، لیکن یہ المیہ ہی ہے کہ جو حضرات مذکورہ دونوں کو اپنا فکری وعلمی رہنما تسلیم کرتے ہیں، وہ بھی ان کے مشورے کی طرف سنجیدگی سے توجہ کرنے کو تیار نہیں ہیں۔

☆☆☆

رضوان کے سالانہ خریداروں سے گزارش

یہ بات آپ کے علم میں ہے کہ ماہنامہ رضوان کی اشاعت خالص تبلیغی مقاصد کو پیش نظر رکھ کر کی جاتی ہے۔ کوئی تجارتی کاروباری مفاد اس اشاعت میں پیش نظر نہیں ہے۔ چنانچہ ۴۰ صفحات کے اس رسالے کی انتہائی کم (فی شمارہ صرف دس روپے اور سالانہ خریداری ۱۰۰ روپے) ہے۔ ہمارے پیش نظر نفع بخش کاروبار نہیں بلکہ ہم اپنے وسائل میں رہتے ہوئے رضوان کے ذریعے بیش بہا مضامین شائع کرتے ہیں۔ اس ضمن میں رضوان کے سالانہ خریدار بھی اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔ اگر تمام سالانہ خریدار اپنی ذمہ داری محسوس کرتے ہوئے بروقت اپنی سالانہ رقوم "ادارہ رضوان" کو بھیج دیں تو وہ بھی ہماری ان تبلیغی کوششوں میں معاون ہوں گے۔

سالانہ خریداروں سے گزارش ہے کہ مدت خریداری ختم ہونے پر زر سالانہ کی ترسیل میں جلدی فرمائیں۔ ہر ماہ سرخ نشان کے ذریعہ ان کو اطلاع دی جاتی ہے۔ تاکہ یاددہانی ہوسکے۔

یاد رکھئے! زر سالانہ کی بروقت عدم وصولی سے ادارے پر مالی بوجھ بڑھتا ہے اور پچھلے کچھ عرصے سے اس میں اضافہ ہی ہوا ہے لہٰذا سالانہ خریداروں سے گزارش ہے کہ رضوان کی مدت خریداری ختم ہوتے ہی زر سالانہ کی ادائیگی کریں تاکہ ادارے پر مالی بوجھ نہ پڑے بصورت دیگر اگر آئندہ "رضوان" خریدنا نہیں چاہتے، تب بھی خط لکھ کر اس بارے میں دفتر رضوان کو مطلع فرمادیں۔ آپ کا تعاون اس دینی سعی وکاوش میں ہمارے لئے نہایت اہم اور "رضوان" کے معیار میں اضافے کے ساتھ آپ کے لئے کار خیر کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

مفتی تنظیم عالم قاسمی

مسلمانوں کیلئے کامیابی کا واحد راستہ

فتح مکہ ۸ ہجری کی بات ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خانۂ کعبہ کو بتوں سے پاک کرنے کے بعد حضرت بلالؓ کو حکم دیا کہ بیت اللہ کی چھت پر چڑھ کر اذان دو اور اپنے خاص اسلوب میں اللہ اکبر کی کبریائی اور وحدانیت کو بآواز بلند بیان کرو کہ عرصہ دراز سے یہ دیار توحید کے نغموں سے خالی ہے، مؤذن رسول حضرت بلالؓ، آپ کا حکم پا کر کعبہ کی چھت پر چڑھ گئے اور اذان دینے لگے، حضرت بلال چونکہ رنگ کے اعتبار سے سیاہ تھے اس لئے حارث بن ہشام نے طنزیہ لہجے میں کہا: کیا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اس کالے کوے کے سوا کوئی آدمی نہیں ملا جو مسجد حرام میں اذان دے اور بھی بعض قریش مکہ جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے، انہوں نے حضرت بلال کے ذریعے اذان دیئے جانے پر ناگواری کا اظہار کیا، اس لئے کہ ان کے لئے یہ ایک نیا واقعہ تھا کہ ایک غلام، رنگ کے کالے حبشی کو یہ مقام دیا جائے کہ کعبہ کی چھت پر چڑھ کر اذان دینے کا اسے شرف حاصل ہو، اس پر قرآن کریم کی یہ آیت نازل ہوئی۔ "اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا البتہ تم سب کو مختلف قوموں اور مختلف خاندان میں تقسیم کیا تا کہ تم ایک دوسرے کی شناخت کرسکو، بلاشبہ تم میں سب سے زیادہ محترم اللہ کے نزدیک وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو۔"

(الحجرات: ۱۳)

یعنی زمانہ جاہلیت میں تمہارے نزدیک حسب ونسب اور قومیت، فخر وعزت کی چیز تھی یہی تمہارے لئے بڑائی کا معیار تھا، اسلام میں اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے، اسلام میں برتری اور فضیلت کا محور خاندان اور قبیلہ نہیں، ایمان اور تقویٰ ہے۔ ایمان کے بعد جو جتنا متقی ہے اسی قدر اللہ کے نزدیک وہ باعزت اور قابل قدر ہے اور حضرت بلالؓ چونکہ صاحب ایمان اور متقی ہیں اس لئے ان کا مقام کفار قریش سے بڑھا ہوا ہے، خواہ وہ غلام، حبشی اور رنگ کالے ہی کیوں نہ ہوں، اس لئے خانۂ کعبہ کی چھت پر چڑھ کر اذان دینا شریعت اسلامی کی نظر میں کوئی امر تعجب نہیں۔

مذکورہ آیت میں ایک جامع تعلیم انسانی مساوات کی ہے کہ کوئی انسان دوسرے کو کمتر یا رذیل نہ سمجھے اور اپنے نسب اور خاندان یا مال ودولت وغیرہ کی بنا پر فخر نہ کرے کیونکہ درحقیقت تمام انسان ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہونے کی حیثیت سے بھائی بھائی ہیں اور جب تمام انسان آپس میں بھائی بھائی ہیں تو پھر تفاخر اور خاندانی فوقیت کا کیا مطلب؟ ہاں، البتہ مختلف قبائل اور خاندانوں میں نوع انسان کو تقسیم کرنے کی حکمت یہ ہے کہ آپس میں لوگوں کے لئے تعارف اور شناخت آسان ہوجائے مثلاً ایک نام کے دو شخص ہیں تو خاندان کے تفاوت سے ان میں امتیاز ہوسکتا ہے اور اس کے دور اور قریب کے رشتوں کا علم ہوسکتا ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی مفہوم حجۃ الوداع کے ایام تشریق میں واضح طور پر ارشاد فرمایا تھا "اے لوگو! سنو تم سب کا رب ایک ہے، تم سب ایک ہی باپ کی اولاد ہو، کسی عربی کو عجمی پر یا عجمی کو عربی پر فوقیت حاصل نہیں اور نہ ہی کسی کالے کو گورے پر اور نہ کسی گورے کو کالے پر برتری اور فضیلت حاصل ہے سوائے تقویٰ کے، بے شک تم میں سب سے باعزت اللہ کے نزدیک وہ شخص ہے جو سب سے زیادہ متقی اور پرہیزگار ہو۔" (الدر المنثور: ۷/۵۷۹)

اسلام کے علاوہ دیگر تمام مذاہب میں رنگ وروپ اور نسل وخاندان کو بڑی اہمیت دی گئی ہے، اس لئے ان کے یہاں ذات پات کو فضیلت وبرتری کا معیار قرار دیا گیا ہے، غیر مسلموں میں ایک برہمن کو جو

مرتبہ حاصل ہے وہ دوسروں کو نہیں، یہ تصور یکے بعد دیگرے تمام طبقات میں پایا جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ غیر مسلموں میں نیچی ذات کے لوگ اس بات کا استحقاق نہیں رکھتے کہ وہ بڑی ذات والوں کے ساتھ مل کر کھائیں پئیں، شادی بیاہ اور دیگر زندگی کی رسم ایک ساتھ انجام دیں، اسلام نے یہ تصور یکسر مٹا دیا ہے اور بڑائی کا معیار ایمان اور تقویٰ کو رکھا، ایک قریشی یا سید جو مسلمان نہیں یا مسلمان ہے مگر اتباع رسول میں کمی و کوتاہی کرتا ہے تو اس سے بہتر اور افضل وہ شخص ہے جو سید تو نہیں ہے اور نہ ہی کسی اعلیٰ خاندان اور اعلیٰ قبیلے سے اس کا تعلق ہے مگر اتباع رسول میں کمی و کوتاہی نہیں کرتا ہے مگر اس کے دل میں اللہ کا خوف اور سنت سے محبت کا جذبہ پایا جاتا ہے گویا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر اپنے تاریخی ارشاد کے ذریعے معاشرے میں پھیلے امتیازات اور تعصبات کی جڑ کاٹ دی کہ یہ فلاں خاندان اور قبیلے سے تعلق رکھنے والا ہے اور میرا فلاں خاندان اور قبیلے سے تعلق ہے، یا یہ فلاں وطن کا باشندہ ہے اور میں دوسرے وطن کا رہنے والا ہوں، یعنی زبان، وطن، خاندان، قبیلہ، مسلک یا اس جیسی کوئی چیز اسلام میں شرافت اور عزت و مرتبہ کا معیار نہیں اور اس کی بنیاد پر انسان کو دوسرے پر فوقیت و برتری کا درجہ دیا جا سکتا ہے بلکہ تقویٰ اور کامل دین داری ایسا وصف ہے جو کسی انسان کو معزز، مکرم اور افضل و برتر قرار دے سکتا ہے، جو لوگ خاندان، قبیلہ، وطن اور زبان کو اپنی بڑائی کی بنیاد قرار دیتے ہیں یا ان کے سبب آپس میں تفریق کو جائز قرار دیتے ہیں، وہ زمانۂ جاہلیت کی راہ پر چل رہے ہیں، اسلامی تعلیمات پر وہ عمل پیرا نہیں، خواہ وہ اپنے آپ کو نیک صالح ہی کیوں نہ تصور کریں۔

انصار کے دو قبیلے اوس اور خزرج میں اسلام سے قبل بڑی شدت سے جنگ چلتی تھی لیکن اسلام نے دونوں کو شیر و شکر بنا دیا، وہی لوگ جو قبیلے اور خاندان کی بنیاد پر ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے اب بے مثال ہمدرد اور غمخوار بن گئے، ایک مرتبہ ایک یہودی سماس بن قیس جو مسلمانوں سے بہت کینہ رکھتا تھا، اس نے مجلس میں اوس اور خزرج کو ایک جگہ مجتمع و متفق دیکھا تو حسد سے بے چین ہوگیا، اس نے آپس میں لڑانے کی تجویز سوچی اور اسلام سے قبل دونوں کے درمیان پیش آئی ہوئی جنگ کا تذکرہ چھیڑ دیا جس سے دونوں کے جذبات بھڑک اٹھے اور قریب تھا کہ لڑائی ہو جاتی۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کا علم ہوا تو آپؐ ان کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا مسلمان ہونے اور باہم متفق ہونے کے بعد یہ کیا جہالت ہے، کیا تم میرے ہوتے ہوئے کفر کی طرف دوبارہ عود کرنا چاہتے ہو، اس ارشاد سے وہ لوگ متنبہ ہوئے اور سمجھا کہ یہ شیطانی حرکت تھی، ایک دوسرے کے گلے لگ کر بہت روئے اور توبہ کی، اس پر سورہ آل عمران کی چند آیتیں (۱۰۰ تا ۱۰۳) نازل ہوئیں، جن میں باہمی اتفاق و اتحاد اور تفریق و اختلاف سے بچنے کی ہدایت دی گئی اور اسلام کو ایک عظیم نعمت سمجھنے کا حکم دیا گیا کہ صدیوں کی عداوتیں اور کینے نکال کر اللہ تعالیٰ نے اسلام اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے بھائی بھائی بنا دیا جس سے تمہارے دین و دنیا درست ہو گئے اور ایسی دوستی قائم ہوئی جسے دیکھ کر تمہارے دشمن مرعوب ہوئے اور یہ برادرانہ اتحاد خدا کی اتنی بڑی نعمت ہے جو روئے زمین کا خزانہ خرچ کر کے بھی میسر نہ آسکتی تھی۔

ان آیات میں مسلمانوں کو اس بات کا پیغام دیا گیا ہے کہ جہاں تک ہو سکے آپس میں اتحاد اور یکجہتی کی راہ پیدا کی جائے، اخوت اور بھائی چارگی کا معاملہ کیا جائے اس لئے کہ اتحاد کسی گروہ کی سب سے بڑی طاقت ہے، اس کے بغیر کوئی بڑا کام انجام نہیں دیا جاسکتا، اتحاد نہ ہو تو مسلمان دنیا میں اپنا کوئی مقام نہیں بنا سکتے ہیں اور نہ ہی غیروں پر ان کا رعب بیٹھ سکتا ہے بلکہ آپسی اختلافات و انتشار سے دوسروں کی نظر میں یہ ہلکے پڑ جائیں گے اور جب جو چاہے ان کو لقمۂ تر سمجھ بیٹھیں گے،

اس سے اسلام کا شیرازہ بکھر جائے گا اور خدائی قانون میں استحکام پیدا نہیں ہوگا، یہی وجہ ہے کہ مختلف نصوص شرعیہ میں توحید پرستوں کو اتحاد کی دعوت دی گئی ہے اور مختلف نوعیتوں سے ان کو یکجہتی اور سیسہ پلائی ہوئی دیوار بننے پر ابھارا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اتحاد اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب ہے، وہ دنیا کی عزت ہے اور آخرت کی بھی، نماز جو اہم ترین عبادت ہے، اس کی وضع قطع اور ہیئت سے بھی اتحاد کا بڑا پیغام ملتا ہے کہ تکبیر کہنے کے ساتھ ہی مسجد میں منتشر تمام افراد ایک امام کے پیچھے ایک نیت کے ساتھ کھڑے ہو جاتے ہیں، خواہ مالدار ہو یا غریب، کالا ہو یا گورا، کسی خاندان اور کسی بھی قبیلے سے اس کا تعلق ہو، سب ایک صف میں شامل ہیں، ہر شخص کا رخ ایک ہے، ہر شخص ایک ہی آواز پر حرکت کر رہا ہے، سب متحد ہو کر ایک ساتھ اٹھتے ہیں، ایک ساتھ بیٹھتے ہیں اور ایک ساتھ اپنے رب کے آگے جھک جاتے ہیں، یہ عملی مشق اسی لئے ہے تاکہ مسجد کے باہر آنے کے بعد بھی تمام مسلمانوں کے دل ملے رہیں، ایک منصوبہ کے تحت سب کام کریں، اس سے بھی زیادہ سبق حج کے موقع پر لاکھوں افراد سے ملتا ہے جن میں دنیا کے ہر ملک کے مسلمان شامل ہوتے ہیں، کسی اختلاف کے بغیر سب خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہیں، قیام عرفہ، منیٰ، مزدلفہ اور دوسرے ارکان حج کی ادائیگی میں سب شانہ بشانہ چل رہے ہیں، یہ ایسی عظیم اور مکمل اجتماعیت ہے جس کی مثال کسی بھی دوسرے مذہبی یا غیر مذہبی گروہ کے یہاں نہیں ملتی، لیکن یہ بھی عجیب بات ہے کہ مسلمانوں میں اتحاد کے اتنے شاندار امکانات کے باوجود اختلاف کا ایک سیلاب ہے جو بند ہونے کا نام نہیں لیتا، کہیں خاندانی اور گروہی اختلاف ہے تو کہیں لسانی اور وطنی بندش، کہیں مسلکی دیواریں اس طرح کھڑی کردی گئی ہیں کہ ایک شخص دوسرے مسلک کے گروہ کو دیکھنا پسند بھی نہیں کرتا، آج ساری دنیا میں مسلمان ہی وہ گروہ ہیں جو سب سے زیادہ غیر متحد ہیں، نہ کوئی دنیوی مقصد ان کو متحد کرنے میں کامیاب ہو رہا ہے اور نہ اخروی مقصد، اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ ہر آدمی اپنی چلانا چاہتا ہے، دوسروں کو برداشت کرنے کا جذبہ نہیں، بڑا بننے کا یہی جذبہ اتحاد کے راستے کی اصل رکاوٹ ہے اگر انسان کے دل و دماغ سے یہ بات نکل جائے کہ میری ہی رائے یا میری چیز کا صحیح ہونا ضروری نہیں، تو اس سے دوسروں کو سمجھنے کے مواقع فراہم ہوں گے، غلط فہمیاں دور ہوں گی اور اتحاد و اتفاق کی راہ ہموار ہوگی، اسی کے ساتھ یہ پہلو بھی قابل غور ہے کہ جزوی اور فروعی اختلاف آج کی نئی پیداوار نہیں بلکہ چودہ سو سال پہلے صحابۂ کرام کی مقدس جماعت میں اس کا وجود تھا اور ہر عہد میں یہ سلسلہ باقی رہا ہے، جسے اللہ کی جانب سے اس امت کی جانب سے اس امت کے لئے رحمت قرار دیا گیا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جزوی اختلاف برا نہیں بلکہ ایسا ہونا ایک فطری امر ہے مگر اسے آپسی نفرت و عداوت کا ذریعہ قرار دینا جس سے آدمی انصاف کے تقاضوں کو بھول جائے اور آپس میں ایک دوسرے کے خلاف جارحانہ کارروائی کرنے لگے، یہ قابل مذمت اور اسلام کی نظر میں سنگین جرم ہے، اسلام چاہتا ہے کہ آپسی جزوی اور فروعی اختلاف کو فراموش کرتے ہوئے تمام مسلمان بھائی بھائی بن جائیں اور یہ دل سے باور کرلیں کہ ہم سب ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہیں، کسی کو کوئی دکھ یا تکلیف پہنچے تو اسے دوسرے لوگ اپنا مسئلہ سمجھیں اور اسے حل کرنے کی اجتماعی طور پر کوئی صورت نکالیں۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ جب زیادہ انسان ایک محاذ پر جمع ہوں گے تو لازمی طور پر رایوں میں اختلاف ہوگا، تھوڑی بہت ایک دوسرے کو تکلیف پہنچے گی، کہیں تنقید سننی پڑے گی کہیں اپنی شکست پر صبر کرنا ہوگا، کہیں اپنے مقابلہ میں دوسروں کو ترجیح دینی ہوگی یعنی اجتماعی مصلحت کی خاطر اپنے ذاتی مفاد کو قربان کرنے کے ساتھ بے شمار قسم کی ناخوش گواریاں برداشت کرنی ہوں

گی تو کہیں اتحاد و یکجہتی اور اجتماعیت قائم ہوسکتی ہے ورنہ اپنی ''انا'' کا بت دماغ میں رکھ کر افتراق اور انتشار کے بجائے اتحاد کبھی ہاتھ آ نہیں سکتا، آج اتحاد و اتفاق کی باتیں سب کرتے ہیں لیکن جہاں اپنے مفاد کی قربانی کا وقت آتا ہے یا اپنے کو چھوٹا بننا پڑتا ہے تو تمام جذبات سرد پڑ جاتے ہیں، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد خلافت کا مسئلہ درپیش آیا تو حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے تمام تر فضائل کے باوجود حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خلافت کی طرف ہاتھ بڑھایا، حقیقت میں حضرت ابوبکرؓ بڑے بھی تھے اور خلافت کے مستحق بھی، تاہم حضرت عمرؓ اگر خلافت کا دعویٰ کر بیٹھتے تو کچھ لوگ ضرور ان کے طرفدار ہوتے مگر اس سے امت میں اتحاد پیدا نہیں ہوسکتا تھا، اسی طرح محض امت کو انتشار سے بچانے کے لئے حضرت حسن بن علیؓ، حضرت معاویہؓ کے حق میں دست بردار ہوگئے، حالانکہ حضرت حسنؓ کو ہزاروں لوگ ماننے اور چاہنے والے تھے۔ یہ سلسلہ جب تک باقی رہا مسلمانوں میں ناقابل تسخیر قوت تھی اور جب ذاتی بڑائی اور خود پسندی کا جذبہ پیدا ہوا تو اسلام کی طاقتیں منتشر ہوگئیں، اللہ تعالیٰ نے اس نتیجے سے بہت پہلے ہی خبردار کیا تھا:

''اے مسلمانو! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور آپس میں جھگڑا نہ کرو ورنہ تمہارے اندر کمزوری آجائے گی اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور صبر کرو، اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔'' (الانفال:۴۶)

مسلمان اگر مل کر رہتے تو آج وہ ایسی طاقت بن جاتے جس پر دوسروں کو ہاتھ ڈالنے کی ہمت نہ ہوتی اور ان کو زیر کرنا آسان نہ ہوتا جیسا کہ آج ہر طرف مسلمانوں کے ساتھ خفت کا معاملہ کیا جاتا ہے۔ آیت میں اتحاد کا راز مضمر بتایا گیا ہے یعنی ایک آدمی جب اجتماعیت میں شامل ہوگا تو ممکن ہے کہ درمیان میں طرح طرح کی شکایتیں پیدا ہوں اور جذبات کو ٹھیس پہنچے ایسے وقت میں ضرورت ہے کہ صبر سے کام لیں اور اپنے مفاد کے خلاف عمل ہونے کے باوجود اجتماعیت کو ترک نہ کیا جائے۔

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آپس میں ایک دوسرے سے بغض نہ کرو، ایک دوسرے سے حسد نہ کرو، ایک دوسرے سے پیٹھ نہ پھیرو، سب اللہ کے بندے اور بھائی بھائی بن جاؤ، کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے یعنی اس سے کلام نہ کرے۔ (ابوداؤد) آپس میں بات چیت ترک نہ کرنے، حسد اور بغض سے پرہیز کرنے، ایک دوسرے سے ہمدردی، محبت، اخوت و بھائی چارگی قائم کرنے اور اس جیسے مضامین پر مشتمل جتنی احادیث وارد ہوئی ہیں، ان تمام کا مقصد یہ ہے کہ کلمۂ توحید کے پرستار سب آپس میں ایک ساتھ مل کر رہیں، کبھی اگر وقتی طور پر اختلاف ہو بھی تو اسے بھول جائیں اور سب ایک بدن اور ایک جان بن کر زندگی گزاریں، اس سے زندگیوں میں اللہ کی رحمت نازل ہوگی اور دین کے دشمنوں کو اسلام کے قلعے میں نقب لگانے کا موقع نہیں ملے گا۔

ہندوستان کے مسلمان اتنے کمزور نہیں جتنا وہ سمجھتے ہیں، معاشی، صنعتی ترقی، مال و دولت، تعلیم و تربیت اور تعداد کے اعتبار سے بھی قابل لحاظ ہیں اور ہر آئے دن مسلمانوں میں دینی و دنیوی شعور بڑھتا جارہا ہے مگر گروہی اور مسلکی انتشار کے سبب ان کی ترقی اور حیثیت نمایاں نہیں ہوپاتی، وہ بکھری ہوئی شعاعوں کی طرح زندگی گزار رہے ہیں، ان کے درمیان ایسی منصوبہ بندی نہیں کہ ہر ایک کی جدوجہد پوری ملت کے لئے مفید بن سکے، ہر شخص اپنی اپنی سمت سفر طے کررہا ہے لیکن اگر یہی سب مجتمع ہوجائیں تو یہ شعاعیں شعلہ بن کر دنیا کو جگمگا سکتی ہیں، ضرورت یہ ہے کہ مسلکی، وطنی، لسانی اور ذاتی مفاد سے بالاتر ہوکر اتحاد اور اجتماعیت کی راہ پیدا کی جائے کہ یہی مسلمانوں کی کامیابی اور انقلاب کا واحد راستہ ہے، اس کے بغیر مسلمانوں کا وجود بے معنی ہے۔

●●

موت کے بعد کی تیاری

قافلے کا سالار اپنے ہی ساتھیوں کو جھوٹی خبر کبھی نہیں دیتا۔ خدا کی قسم! اگر میں سب لوگوں سے جھوٹ کہنے پر تیار ہوجاتا تب بھی تم سے خلاف واقعہ بات نہ کرتا اور اگر سب لوگوں کو دھوکا دینے پر آمادہ ہوجاتا تو بھی تم کو ہرگز دھوکے میں نہ ڈالتا۔ اس خدا کی قسم جو وحدہ لاشریک ہے! میں تمہاری طرف خصوصاً اور باقی تمام لوگوں کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ بخدا ضرور تم کو ایک دن مرجانا ہے بالکل اس طرح جیسا کہ روز مرتے ہو اور پھر بلاشبہ زندہ ہونا ہے جیسا کہ روز خواب سے بیدار ہوتے ہو اور تمہارے اعمال کا ضرور محاسبہ ہوگا۔ نیکی کا بدلہ نیکی اور برائی کا بدلہ برائی مل کر رہے گا۔ اس وقت یا تو ہمیشہ کے لیے جنت ملے گی یا ہمیشہ کے لیے جہنم۔ (جمہرۃ الخطب)

اگر تم لذتوں کا قلع قمع کرنے والی موت کو پیش نظر رکھتے تو آج میں تم کو ہنستے ہوئے نہ دیکھتا۔ سو موت کو اکثر اپنے سامنے رکھو، کیوں کہ قبر سے ہر روز آواز آتی ہے: میں غربت اور تنہائی کا گھر ہوں، میں خاک میں ملا کر خاک بنا دینے والا مکان ہوں، میں کیڑوں کا مسکن ہوں، پس جب کوئی مومن قبر میں دفن کیا جاتا ہے تو وہ اس سے کہتی ہے: مرحبا! تیرا آنا مبارک ہو، میری پشت پر چلنے پھرنے والوں میں سے تم مجھے ملے ہو تو میرا سلوک دیکھ لوگے۔ پھر قبر اس کے لیے حد نظر تک فراخ ہوجاتی ہے اور اس کے لیے جنت کی طرف ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔ اور جب کوئی کافر یا بے عمل دفن ہوتا ہے تو قبر اسے دھتکار کر کہتی ہے: تجھے فراخی اور آرام نصیب نہ ہو۔ میری پشت پر چلنے والوں میں تو مجھے سب سے زیادہ مبغوض تھا، آج جب تو میرے قابو میں آیا ہے، تجھے میرا سلوک معلوم ہوجائے گا، پھر قبر سمٹ کر اسے بھینچتی ہے، حتیٰ کہ اس کے پسلیاں توڑ پھوڑ کر ایک دوسرے میں داخل کردیتی ہے۔

راوی بیان کرتا ہے کہ اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھوں کے انگلیاں ایک دوسری میں ڈال کر بتایا کہ اس کی پسلیاں ایک دوسری میں اس طرح داخل ہوجائیں گی۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اور اس کے لیے ۷۰/ ایسے زہریلے اژدہے مقرر کیے جاتے ہیں کہ اگر ان میں ایک بھی دنیا میں پھنکار مار جائے تو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے زمین کی قوت نامیہ ختم ہوجائے گی۔ حشر تک وہ اژدہی اسے ڈستے اور نوچ نوچ کر کھاتے رہیں گے۔

پھر آپؐ نے فرمایا: قبر یا تو جنت کی باغیچوں میں سے ایک باغیچہ ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔ (ترمذی)

اے لوگوں! تم ان کی طرح نہ بنو جو دنیا اور آرزوؤں کی خواہش میں پھنس گئے، بدعتوں کی طرف مائل ہوئے اور جلد فنا ہونے والی دنیا کی طرف جھک پڑے، گزرے ہوئے وقت کے مقابلے میں دنیا کا اتنا کم حصہ باقی رہ گیا ہے جیسے ساربان اونٹنی کو بٹھاتا ہے یا گوالا ایک دودھ کی دھار لیتا ہے۔ تم کس بھروسے پر ہو اور کس بات کا انتظار کررہے ہو؟ خدا کی قسم! دنیا کا یہ موجودہ وقت ایسے گزر جائے گا گویا کبھی تھا ہی نہیں اور جس آخرت کی جانب تم جارہے ہو وہ غیر فانی ہے، سو یہاں سے انتقال کے لیے سامان تیار کرلو اور کوچ کے لیے توشہ مہیا کرلو اور یاد رکھو کہ جو کچھ آگے بھیج دو گے اس کا اجر مل جائے گا اور جو پیچھے چھوڑ جاؤ گے اس پر نادم ہونا پڑے گا۔

اے لوگو! مرنے سے پہلے اپنے لیے کچھ سامان کرلو، تم کو معلوم ہوجائے گا، خدا کی قسم! تم میں سے ہر ایک پر موت کی بیہوشی طاری ہوجائے گی اور اپنی بکریوں کو بغیر نگہبان کے چھوڑ جاؤ گے، پھر خدا جسے نہ ترجمان کی حاجت ہے نہ دربان کی ضرورت، اس سے پوچھے گا:

(بقیہ...... صفحہ ۳۹ پر)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ

محمود احمد غضنفر

وڈان نامی بستی میں قبیلہ غفار رہائش پذیر تھا، اور اس بستی کو بہت زیادہ اہمیت حاصل تھی۔ اس لئے کہ عرب تاجروں کے قافلے شام یا دیگر ممالک کو جاتے ہوئے یہیں سے گزرتے تھے۔ قبیلہ غفار کی معیشت کا دارومدار بھی اسی آمدنی پر تھا جو عرب تاجروں کی یہاں قیام کے وقت انہیں حاصل ہوتی تھی۔ اگر تاجر یہاں خرچ کرنے سے گریز کرتے تو قبیلہ غفار کے لوگ لوٹ مار شروع کردیتے۔ جو چیز بھی ان کے ہاتھ لگتی اسے اپنے قبضہ میں کرلیتے۔ جندب بن جنادہ کا تعلق بھی اسی قبیلہ سے تھا جن کی کنیت ابوذر تھی۔ انہیں جرأت، ودانش مندی اور دور اندیشی میں ایک ممتاز مقام حاصل تھا، انہیں شروع سے ہی ان بتوں سے دلی نفرت تھی جنہیں ان کی قوم پوجا کرتی تھی۔ انہیں اس بات کا بھی شدت سے احساس تھا کہ عرب اس وقت عقیدہ کی خرابی اور دینی فساد کی خطرناک بیماری میں مبتلا ہوچکے ہیں، یہ ایک ایسے نئے نبی علیہ السلام کے ظہور کے منتظر تھے جو لوگوں میں شعور پیدا کرے۔ انہیں حوصلہ دے اور پھر انہیں گمراہی کی اتھاہ تاریکیوں سے نکال کر ایمان اور علم وہدایت کی روشنی کی طرف لائے۔

جناب ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو جب پتہ چلا کہ مکہ معظمہ میں نئے نبی علیہ السلام کا ظہور ہوچکا ہے تو انہوں نے اپنے بھائی انیس سے کہا: آپ ابھی مکہ جائیں، سنا ہے کہ وہاں ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور اس کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ آسمان سے اس پر وحی نازل ہوتی ہے۔ وہاں جاکر غور سے ان تمام حالات کا جائزہ لینا جو اس وقت وہاں رونما ہوچکے ہیں، بالخصوص یہ پتا کرنا کہ ان کی اصلی دعوت کیا ہے؟

اپنے بھائی کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے جناب انیس مکہ معظمہ روانہ ہوگئے۔ وہاں پہنچ کر سب سے پہلے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضری دی۔ آپ کی مجلس میں بیٹھے، غور سے آپ کی باتیں سنیں اور وہاں کے حالات کا تفصیلی جائزہ لینے کے بعد واپس لوٹ آئے۔

جناب ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے بڑی شفقت ومحبت سے انہیں خوش آمدید کہا اور بڑے اشتیاق سے نبی علیہ السلام کے متعلق سوالات شروع کردیئے۔ تو جناب انیسؓ نے بتایا:

خدا کی قسم میں نے بچشم خود دیکھا ہے وہ تو لوگوں کو اچھے اخلاق کی طرف دعوت دیتے ہیں اور آپ کی گفتگو ایسی پرتاثیر ہوتی ہے کہ سننے والا وجد میں آجاتا ہے اور متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ آپ کی گفتگو انتہائی مربوط ہوتی ہے لیکن اس پر شعر گوئی کا اطلاق بھی نہیں کیا جاسکتا۔ جناب ابوذرؓ نے اپنے بھائی سے دریافت کیا کہ نئے نبی علیہ السلاۃ والسلام کے متعلق لوگوں کی کیا رائے ہے؟ تو انہوں نے بتایا: عام لوگ انہیں جادوگر، نجومی اور شاعر سمجھتے ہیں۔

یہ باتیں سن کر جناب ابوذرؓ فرمانے لگے: پیارے بھائی! آپ کے بیان سے دل کو تشفی نہیں ہوئی، اب آپ میرے اہل وعیال کا خیال رکھیں۔ اب میں خود صحیح صورت حال کا جائزہ لینے وہاں جاتا ہوں، جناب انیسؓ نے کہا ضرور جایئے آپ کے بعد میں اہل خانہ کا خیال رکھوں گا۔ لیکن اہلیان مکہ سے ذرا محتاط رہنا۔

جناب ابوذرؓ نے زادراہ اور پانی کا ایک چھوٹا سا مشکیزہ اپنے ہمراہ لیا اور دوسرے ہی دن نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی زیارت کے لئے مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوگئے۔ جناب ابوذرؓ پیدل مسافت طے کرتے ہوئے مکہ معظمہ تو پہنچ گئے لیکن وہ

قریش مکہ سے خوفزدہ تھے اس لئے کہ انہیں پہلے سے یہ بات معلوم ہوچکی تھی کہ جو بھی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں دلچسپی لیتا ہے قریش اس کے جانی دشمن بن جاتے ہیں۔ انہوں نے سوچا کہ اب کیا کیا جائے؟ میں تو یہاں کسی کو جانتا نہیں! اگر کسی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق دریافت کیا تو ممکن ہے وہ آپ کا دشمن ہو اور وہ میرے لئے نقصان دہ ثابت ہو۔

دن بھر ان ہی خیالات میں غلطاں وپریشان رہے۔ رات ہوئی تو وہیں مسجد میں لیٹ گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ان پر نظر پڑی تو سوچا کہ یہ تو کوئی اجنبی مسافر معلوم ہوتا ہے۔ ان کے پاس آئے، گھر چلنے کی دعوت دی تو آپ رضامند ہوگئے۔ گھر میں ان کی خوب خاطر تواضع کی۔ لیکن مکہ معظمہ میں آمد کا سبب دریافت کرنے سے عمداً گریز کیا۔ جناب ابوذرؓ نے بڑے آرام سے وہاں رات بسر کی۔ صبح ہوئی تو اپنا سامان لے کر مسجد میں تشریف لے آئے، دوسرا دن بھی یوں ہی گزار دیا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کچھ معلوم نہ ہوسکا۔ رات ہوئی تو مسجد میں ہی لیٹ گئے۔ دوسرے رات پھر حضرت علیؓ نے انہیں مسجد میں لیٹے ہوئے دیکھا تو خیال کیا کہ اس مسافر کو آج بھی اپنی منزل نہیں ملی اسے پھر اپنے ہمراہ گھر لے آئے۔ دوسری رات بھی خوب ان کی مہمان نوازی کی لیکن مکہ معظمہ میں آمد کی وجہ پوچھنے سے گریز کیا۔ جب تیسری رات ہوئی تو حضرت علیؓ نے مہمان سے پوچھا: کیا آپ مجھے یہ بتاسکتے ہیں کہ مکہ معظمہ میں آمد کا مقصد کیا ہے؟ تو جناب ابوذر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: کہ اگر آپ میرے ساتھ وعدہ کریں کہ آپ میری صحیح رہنمائی کریں گے تو میں آپ کو اپنے دل کی بات بتائے دیتا ہوں، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سی وعدہ کرلیا، تو انہوں نے بیان کیا میں دور دراز کا سفر طے کرکے یہاں محض اس لئے آیا ہوں کہ اس عظیم ہستی کی زیارت کروں جنہوں نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور اپنے کانوں سے ان کی باتیں سنوں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب ان کی یہ بات سنی تو خوشی سے ان کا چہرہ دمک اٹھا اور فرمایا خدا کی قسم! محمدؐ سچے رسول ہیں اور آپ کے متعلق تفصیلی معلومات فراہم کیں۔ پھر رازدارانہ انداز میں ارشاد فرمایا کہ کل صبح آپ میرے پیچھے پیچھے چلتے آئیں۔ اگر میں نے راستہ میں کسی مقام پر کوئی خطرہ محسوس کیا تو میں رک جاؤں گا لیکن آپ آہستہ آہستہ چلتے رہیں۔ جب میں کسی گھر میں داخل ہوجاؤں تو آپ بھی بے دھڑک میرے پیچھے اندر آجائیں۔

دوسرے دن صبح کے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے مہمان کو ہمراہ لے کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کی طرف روانہ ہوئے، طے شدہ پروگرام کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پیچھے پیچھے ہولئے۔ نہایت احتیاط کے ساتھ اپنی منزل کی طرف رواں دواں تھے۔ بالآخر رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پہنچ گئے۔ جناب ابوذر رضی اللہ عنہ نے آپ کو دیکھتے ہے کہا:

السلام علیک یارسول اللہ

آپؐ نے جواباً ارشاد فرمایا:

وعلیک سلام اللہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

تاریخ اسلام میں جناب ابوذرؓ کو سب سے پہلے یہ شرف حاصل ہوا کہ انہوں نے مذکورہ الفاظ میں رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا اور سلام کا یہی انداز مسلمانوں میں رائج ہوگیا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اسلام کی دعوت دی اور قرآن مجید سنایا۔ اسی مجلس میں انہوں نے اسلام قبول کرلیا۔ یہ چوتھے یا پانچویں صحابی ہیں جنہوں نے اسلام قبول کرنے میں پہل کی۔

دیگر واقعات مختصر انداز میں اب انہی کی زبانی بیان کئے جاتے ہیں۔

جناب ابوذر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ اسلام قبول کرنے کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ہی رہا۔ آپؐ نے مجھے اسلام کے بنیادی مسائل اچھی طرح سمجھا دیئے اور قرآن مجید کی بعض اجزاء کی بھی میں نے

آپؐ سے تعلیم حاصل کرلی۔ آپؐ نے محبت بھرے انداز میں مجھے یہ تلقین کی کہ ابھی یہاں اپنے مسلمان ہونے کا کسی کو نہ بتانا، مجھے اندیشہ ہے کہ اگر کسی کو پتہ چل گیا کہ آپ مسلمان ہوگئے ہیں تو کہیں کوئی آپ کو اس جرم کی پاداش میں قتل نہ کردے۔

میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس ذات کی قسم جس کی قبضہ میں میرے جان ہے مکہ سے روانگی سے قبل ایک مرتبہ ضرور قریش کے روبرو کلمہ حق بیان کرنے کو جی چاہتا ہے۔ آپؐ میرے جذبات دیکھ کر خاموش ہوگئے۔ ایک روز میں مسجد میں گیا دیکھا کہ قریش آپس میں بیٹھے گفتگو کررہے ہیں۔ میں چپکے سے ان کے درمیان جاکر کھڑا ہوگیا اور اچانک بآواز بلند کہا: اے خاندان قریش میں صدق دل سے اقرار کرتا ہوں۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ: کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ ابھی میرے یہ کلمات ان کے کانوں کو ٹکرائے ہی تھے کہ وہ بھڑک اٹھے اور مجھے بے دریغ مارنا شروع کردیا، قریب تھا کہ میری موت واقع ہوجاتی، اتنے میں نبی علیہ السلاۃ والسلام کی چچا حضرت عباسؓ میرے حمایت میں اٹھے، میرے اور ان کے درمیان حائل ہوکر کہنے لگے:

عقل کے اندھوں، کیا تباہی تمہارا مقدر بن چکی ہے؟ کیا تم ایک ایسے شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو جو قبیلہ غفار سے تعلق رکھتا ہے، جانتے ہو ان کی بستی تمہارے تجارتی قافلوں کی آماجگاہ ہے۔ یہ سن کر وہ مجھے مارنے سے باز آگئے۔ جب مجھے ہوش آیا تو زخموں سے نڈھال رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ میری ناگفتہ بہ حالت دیکھ کر بہت رنجیدہ ہوئے اور فرمایا: کیا میں نے تجھے ابھی اسلام کا اعلان کرنے سے روکا نہیں تھا؟

میں نے عرض کیا: حضور آپؐ نے یقیناً مجھے روکا تھا لیکن میری دلی تمنا تھی کہ مشرکین کے نرغے میں آکر ایک مرتبہ اسلام کا اعلان کروں۔ پھر آپؐ نے مجھے حکم دیا کہ اپنی قوم کے پاس چلے جائیں۔ یہاں جو آپ نے سنا اور دیکھا انہیں جاکر بتائیں۔ انھیں اسلام کی دعوت دیں۔ شاید آپ کے ذریعہ انہیں فائدہ ہو ان کی کایا پلٹ جائے اور آپ کو عنداللہ اجر وثواب حاصل ہو۔

جب آپ کو یہ خبر ملے کہ مجھے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے غلبہ حاصل ہوچکا ہے تو سیدھے میرے پاس چلے آنا۔

جناب ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اپنی قوم کے پاس آگیا۔ جب میں اپنی بستی میں پہونچا تو سب سے پہلے میرا بھائی ملا، اس نے پوچھا کہ یہ سفر کیسا رہا اور اس میں کیا حاصل کیا؟

میں نے اسے بتایا کہ عزیز بھائی میں تو مسلمان ہوچکا ہوں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپؐ سے اسلام کی بنیادی تعلیمات حاصل کیں، آپؐ کی رسالت کو تسلیم کیا میری باتوں سے متاثر ہوکر میرا بھائی بھی مسلمان ہوگیا اور کہنے لگا: بھائی جان میں آپ کا دین اختیار کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ہم دونوں اپنی والدہ کے پاس آئے اور ان کی خدمت میں اسلام کی دعوت پیش کی۔ تو وہ بھی فوراً اسلام کی خوبیوں سے متاثر ہوکر فرمانے لگیں۔ بیٹا، اب میں تمہارے دین سے بے نیاز نہیں رہ سکتی۔ وہ بھی دائرہ اسلام میں داخل ہوگئیں۔ اسی روز سے یہ مومن گھرانہ قبیلہ غفار کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے میں ہمہ تن معروف ہوگیا۔ ان کی دعوت سے متاثر ہوکر قبیلہ کے بہت سے افراد دائرہ اسلام میں داخل ہوگئے اور باقاعدہ یہاں نماز کا نظام قائم کردیا گیا۔

چند افراد نے یہ کہا کہ ہم اس وقت تک اپنے آبائی دین پر قائم رہیں گے جب تک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف نہیں لے جاتے۔ چنانچہ جب آپؐ نے ہجرت کرکے مدینہ طیبہ تشریف لے آئے تو وہ سب مسلمان ہوگئے۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ دعا کی قبیلہ غفار کی اللہ تعالیٰ مغفرت کرے اور قبیلہ بنواسلم کو اللہ تعالیٰ سلامت رکھے۔

جناب ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اپنی بستی میں مقیم رہے۔ یہاں تک کہ بدر، احد اور خندق کے غزوات پیش آئے۔ اس کے بعد آپ مدینہ منورہ تشریف لے آئے اور یہاں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ہوکر رہ گئے۔ ہمہ وقت آپ کی خدمت میں معروف رہنے لگے، کس قدر خوش نصیبی ہے، یہ سعادت وافر مقدار میں آپ کے حصہ میں آئی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر معاملے میں آپ کو ترجیح دیتے۔ آپ کے ساتھ شفقت سے پیش آتے اور ملاقات مصافحہ کرتے اور خوشی کا اظہار کرتے۔

جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیائے فانی سے رحلت فرماگئے تو جناب ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بے چین رہنے لگے۔ چونکہ مدینہ طیبہ آقا کے وجود اقدس سے خالی اور آپ کی مبارک مجالس کی روشنی سے محروم ہوچکا تھا، لہٰذا آپ وہاں سے ملک شام کی طرف کوچ کرگئے۔ خلافت صدیق وفاروق رضی اللہ عنہما میں وہیں رہے۔ لیکن خلافت عثمانؓ میں دمشق کی طرف کوچ کرگئے۔ وہاں مسلمانوں کی یہ حالت زار دیکھی کہ وہ دنیاوی جاہ جلال کے دلدادہ ہوچکے ہیں۔ مسلمانوں کی یہ حالت دیکھ کر آپ بہت پریشان ہوئے۔ بالآخر حضرت عثمان رضی اللہ نے انہیں مدینہ منورہ بلالیا تو آپ وہاں تشریف لے آئے، یہاں آکر دیکھا کہ لوگ دنیا کی طرف پوری طرح راغب ہوچکے ہیں۔ تو بہت زیادہ کبیدہ خاطر ہوئے اور بڑی سختی سے لوگوں پر تنقید شروع کردی جس سے عام لوگ بہت تنگ آگئے۔ یہ صورت حال دیکھ کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں زبدہ بستی میں منتقل ہوجانے کا حکم دے دیا۔

یہ مدینہ منورہ کے نزدیک ہی ایک چھوٹی سی بستی تھی۔ آپ لوگوں سے الگ تھلگ ہوکر اس بستی میں زندگی کے دن پورے کرنے لگے یہاں آپ نے دنیا سے بالکل بے نیاز، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صاحبین رضی اللہ عنہما کے نقش قدم پر چلتے ہوئے دنیا پر آخرت کو ترجیح دی۔

ایک دن کا واقعہ ہے کہ ایک شخص آپ کے گھر میں داخل ہوا، چاروں طرف نظر دوڑائی تو گھر میں کوئی سامان دکھائی نہ دیا۔ تو اس نے تعجب سے پوچھا: اے ابوذرؓ! آپ کا سامان کہاں ہے؟

فرمایا ہمارا ایک دوسری جگہ گھر ہے اچھا سامان ہم وہاں بھیج دیتے ہیں۔ وہ شخص آپ کی مراد سمجھ گیا اور کہنے لگا۔ اے ابوذرؓ جب تک آپ اس گھر میں ہیں یہاں رہنے کے لئے تو کچھ سامان آپ کے پاس ہونا چاہیئے۔ تو آپ نے فرمایا: گھر کا اصل مالک ہمیں یہاں رہنے نہیں دے گا۔

ایک مرتبہ شام کے گورنر نے تین سو دینار آپ کے پاس بھیجے اور یہ پیغام دیا کہ یہ رقم آپ اپنی کسی ضرورت میں استعمال کرلیں۔ آپ نے بڑی بے نیازی سے دینار واپس کردیئے اور فرمایا: کیا اسے اپنے علاقہ میں مجھ سے زیادہ کوئی مفلوک الحال نظر نہیں آیا۔

آسمان زہد وتقویٰ کا یہ درخشندہ ستارہ ۳۲ ہجری کو ہمیشہ کے لئے غروب ہوگیا۔ آپ کی تعریف میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد تاریخ کے اوراق کی زینت بن گیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ عرض وسماں نے آج تک ابوذرؓ سے بڑھ کر کوئی صادق دل نہ دیکھا ہوگا۔

عیب نہ ٹٹولو، ٹوہ نہ لگاؤ

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بدگمانی سے بچے رہو، بدگمانی سخت جھوٹ ہے اور ٹوہ نہ لگاؤ، کسی کے عیب نہ ٹٹولو اور صرف قیمت بڑھانے کے لیے سودے میں دخل اندازی نہ کرو، جب کہ خریدنے کا ارادہ نہیں، حسد اور بغض اور ترک ملاقات نہ کرو۔ اللہ کے بندو! سب بھائیوں کی طرح میل ملاپ اور محبت سے رہو۔ حضرت ابو موسیٰ الاشعریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مومن (دوسرے) مومن کے لیے دیوار کی مانند ہے کہ بعض، بعض کے لیے تقویت کا باعث ہے۔ پھر آپؐ نے اپنے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ میں ڈال کر ارشاد فرمایا: "اس طرح"
(بخاری ومسلم)

مفتی راشد حسین ندوی

سوال وجواب

س: اگر کسی عذر کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھتا ہو تو رکوع میں کتنا جھکنا مطلوب ہے، اور اس کا مستحب طریقہ کیا ہے۔

ج: مستحب یہ ہے کہ جب بیٹھ کر نماز پڑھتی ہو (چاہے بیٹھ کر بلاعذر نوافل پڑھ رہا ہو، یا کسی عذر سے فرض پڑھ رہا ہو) تو پیشانی اتنا جھکائے کہ دونوں زانوؤں کے مقابل آجائے، یہ تو ہوا مستحب طریقہ، ورنہ پیٹھ کے ساتھ ساتھ جب سر کو بھی جھکالے، یا مستحب طریقہ سے کچھ زیادہ جھکالے تب بھی رکوع صحیح ہوگا۔ اور نماز درست ہوجائے گی (شامی ۱/۳۳۰)

س: کیا مریض کے لئے بھی تیمم کرنے کی اجازت ہے؟ تیمم کا شرعی طریقہ کیا ہے:

ج: اگر کوئی شخص بیمار ہے اور اسے غلبہ ظن ہو رہا ہے کہ پانی کا استعمال کیا تو مرض شدت اختیار کرجائے گا، یا شفایابی میں دیر لگے گی، یا اس کو یہی بات کسی ماہر اور قابل مسلمان ڈاکٹر نے بتائی ہے تو اس کے لئے جائز ہے کہ وضو اور غسل کے بجائے تیمم کرلے، تیمم کا طریقہ یہ ہے کہ طہارت کی نیت کے ساتھ اپنے دونوں ہاتھ پاک مٹی (یا اس کی عدم موجودگی میں ریت یا پتھر وغیرہ) پر مارے، پھر دونوں ہاتھوں کو جھاڑے اور ان سے پورے چہرہ کا مسح کرے، پھر دوبارہ دونوں ہاتھوں کو مٹی پر مار کر جھاڑے اور ان سے دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت مسح کرے، بس اتنے عمل سے تیمم مکمل ہوجائے گا، اتنا خیال رہے کہ تیمم صحیح ہونے کیلئے نیت ہونا شرط ہے (شامی ۱/۱۷، ہندیہ ۱/۲۶)

س: ایک شخص بیمار ہے، حالت مرض میں بھی نماز اشارے سے پڑھتا ہے، لیکن وہ خود سے قبلہ کی طرف رخ نہیں کرپاتا، اور بعض اوقات کوئی ایسا شخص موجود نہیں ہوتا جو اس کا رخ درست کرسکے، تو اس حالت میں یہ شخص غیر قبلہ کا رخ کرکے نماز پڑھے یا نماز کو کسی آنے والے کی بعد وقت کے بعد قبلہ رخ ہوکر پڑھے۔

ج: اگر ممکن ہو تو اس مریض کا بستر ایسے رخ پر کردیا جائے کہ اس کو قبلہ کی طرف رخ کرنے کے لئے کسی کا انتظار نہ کرنا پڑے، لیکن اسپتال وغیرہ میں ہونے کی وجہ سے اگر یہ ممکن نہ ہو اور کوئی ایسا شخص موجود نہ ہو جو رخ صحیح کراسکے، یا ایسا شخص موجود ہے لیکن مریض کا رخ صحیح کرنے میں اسے ضرر اور تکلیف کا اندیشہ ہے تو مریض جس طرف آسانی کے ساتھ رخ کرکے نماز پڑھ سکتا ہے پڑھ لے۔ (ہندیہ ۱/۶۳)

س: ایک شخص کو پیشاب ٹپکنے کا مرض ہوگیا ہے جس سے وہ بہت زیادہ پریشان ہے، اس کو نماز پڑھنے میں کافی تردد تھا لیکن اس کو بتایا گیا کہ اگر نماز کے پورے وقت میں اس طرح کا کوئی عذر اس انداز سے رہے کہ وضو کرکے نماز پڑھنے تک کا بھی وقت نہ مل سکے تو پھر وہ معذور ہوجاتا ہے، اور اس عذر سے اس کا وضو نہیں ٹوٹتا جب تک کہ اس نماز کا وقت باقی رہے، کیا شرعاً یہ حکم موجود ہے؟ پھر کپڑے میں پیشاب لگ گیا ہو تو اس کا کیا حکم ہے؟

ج: یہ مسئلہ اسی طرح ہے جس طرح بتایا گیا، اور اگر کپڑے پر پیشاب لگ گیا ہو تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر پیشاب اتنی کثرت سے ٹپکتا ہو کہ اگر کپڑے کو دھوکر نماز پڑھنا شروع کرتا ہے تو نماز سے فراغت سے پہلے ہی پھر کپڑا ناپاک ہوجاتا ہے تو بہتر تو یہی ہی کہ اس حالت میں بھی نماز شروع کرنے سے پہلے کپڑا پاک کرے اور بعد میں اگر نجاست لگ جائے تو اس کی کوئی پرواہ نہ کرے، لیکن اس حالت میں اگر وہ بالکل ہی نہ دھوئے تب بھی نماز درست ہوگی، اور اگر مرض میں اتنی شدت نہیں ہے تو نماز شروع کرنے سے پہلے کپڑا دھونا ضروری ہوگا (شامی ۱/۲۲۴)

س: امام کو اگر پھوڑا نکل آئے، جس سے برابر پیپ نکلے اور وہ معذور کے حکم میں ہوجائیں تو کیا وہ نماز پڑھا سکتے ہیں؟

ج: اگر پیپ مسلسل بہہ رہی ہے، اور نماز کے پورے وقت میں یہ عذر اس طرح موجود ہے کہ نماز پڑھنے بھر کی مقدار میں بھی نہیں رک رہا ہے تو بلاشبہ وہ معذور ہیں، اب وضو کرکے وہ نماز پڑھیں گے تو اس عذر کی وجہ سے وضو نہیں ٹوٹے گا۔ لیکن اب جب تک عذر موجود ہے ان کیلئے امامت کرنا درست نہیں ہے، ورنہ لوگوں کی نماز صحیح نہیں ہوگی (شامی ۱/۲۲۳، ۵ب ۲۲، ۴۲۸)

محمد یاسر

یوروپ میں خواتین کی حالتِ زار

"میری شادی کو تین سال کا عرصہ گزر چکا ہے اور میں تقریباً روزانہ اپنے شوہر کے ہاتھوں پٹتی ہوں اور اگر میں اس ظلم پر کبھی احتجاج کرتی ہوں تو وہ مجھے مارتا ہے۔ لہٰذا مجھے خاموش رہنے ہی میں عافیت محسوس ہوتی ہے۔ میرا شوہر مجھے مارنے کیلئے مختلف طریقے آزماتا ہے۔ کبھی تھپڑ، کبھی گھونسے اور کبھی میرا سر دیوار پر دے مارتا ہے۔"

محترم قارئین! آپ سوچ رہے ہوں گے کہ یہ پاکستان یا ہندوستان کے کسی پسماندہ دیہات کے کسی جاہل شخص کی بدنصیب بیوی کی آپ بیتی ہے جو اپنی حالت، کم مائیگی، غربت اور افلاس کا تمام بدلہ اپنی بے بس بیوی لے لینا چاہتا ہے۔ لیکن جی نہیں، معاف کیجئے گا! یہ نہ پنجاب کے کسی گاؤں کی المناک داستان ہے نہ ہی سندھ کے کسی ہاری کے گھرانے کا المناک قصہ، بلکہ یہ تو اس معاشرے کی سلگتی ہوئی کہانی ہے جو جدید تہذیب و معاشرت، آزادیٔ فرد و حریت نسواں کا علمبردار ہے جہاں اس بات کا دعویٰ کیا جاتا ہے کہ عورت و مرد برابر ہیں، جہاں خواتین کو ہر قسم کی آزادی حاصل ہے۔ جہاں انسان کی دونوں جنس شانہ بشانہ چلتی ہیں۔

جی ہاں! یہ جدید دنیا کے ایک ترقی یافتہ ملک برطانیہ کی ایک ستم رسیدہ خاتون کی آپ بیتی ہے جو اس نے انسانی حقوق کے ایک بین الاقوامی ادارے کے روبرو بیان کی اور ایسی ایک نہیں ہزاروں داستانیں اور سلگتے حقائق ہیں۔ المناک کہانیاں ہیں جو آئے دن مغرب کے خوشنما چہرے پر بدنما داغ بن کر نمودار ہوتی رہتی ہیں۔ آئیے پھر آپ بھی اس جہنم کے ہولناک مناظر کا مشاہدہ کیجئے اور ترقی اور آزادی کے دلآویز نعروں سے عبرت حاصل کیجئے۔

امریکی معاشرے کے تلخ حقائق

۱۹۸۷ء میں امریکہ میں ہونے والے ایک سروے کی رپورٹ کے مطابق ۷۹ فیصد امریکی مرد عورتوں کو زدوکوب کرتے ہیں۔ خاص کر اگر وہ ان کی بیویاں ہوں تو۔

اس رپورٹ کے مطابق، وہاں کے مردوں میں اپنی بیویوں کو مارنے پیٹنے کا بہت زیادہ رجحان پایا جاتا ہے، خصوصاً یونیورسٹی کے طلباء میں۔ اسی طرح ایک اور رپورٹ کے مطابق یہاں کے اسپتالوں میں ایمرجنسی وارڈز میں ۱۷ فیصد عورتیں ایسی لائی جاتی ہیں جو اپنے شوہروں یا بوائے فرینڈ کی مار پیٹ اور اذیت رسانی کا شکار ہوتی ہیں۔ اور باقی ۸۳ فیصد عورتیں جو اسپتالوں میں آتی ہیں کم از کم ایک مرتبہ تو ضرور وہ مار پیٹ کے نتیجے میں ہونے والی ٹوٹ پھوٹ اور زخموں، چوٹوں کے علاج کے لئے داخل ہوتی ہیں۔

"ایوان سٹارک" نامی ایک صحافی نے نفسیاتی اسپتالوں میں آنے والی عورتوں کے ۱۳۶۰ ریکارڈز چیک کرنے کے بعد جو رپورٹ تیار کی اس میں انکشاف کیا گیا کہ امریکہ میں زخمی ہونے والی عورتوں میں زیادہ تعداد ان عورتوں کی ہے جو مردوں کی مار پیٹ کے نتیجے میں زخمی ہوتی ہیں اور یہ تعداد ٹریفک حادثات، چوری اور آبروریزی جیسے واقعات میں زخمی ہونے والی عورتوں کی تعداد سے کہیں زیادہ ہے۔

"عورتوں کو زدوکوب کرنا، امریکی معاشرے کی ایک تلخ ترین حقیقت ہے جو پورے معاشرے میں کسی وباء کی طرح عام ہے۔" ان خیالات کا اظہار ایک لیڈی ڈاکٹر "این ولیکرافٹ" نے اس رپورٹ پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا۔

جب کہ "جینس مور" کا کہنا ہے کہ یہ ٹریجڈی امریکہ میں خطرناک حدوں کو چھو

رہی ہے کیونکہ امریکہ کا کوئی بھی حصہ ان مردوں سے خالی نہیں جو اپنی عورتوں کو بری طرح مارتے ہیں جس کے نتیجے میں علاج کے لئے ہزاروں عورتوں کو اسپتالوں میں داخل ہونا پڑتا ہے۔ اس مار پیٹ کے نتیجے میں عورتوں کو مختلف قسم کی چوٹیں آتی ہیں۔ جیسے آنکھوں کے گرد نیل کے نشانات، ہڈی میں فریکچر، جلنے کے نشانات، خنجر زنی اور فائرنگ کے نتیجے میں آنے والے زخم اور لوہے، لکڑی کی ضرب سے وجود میں آنے والی مختلف قسم کی چوٹیں۔"

جنیس مور مزید بتلاتی ہیں کہ: پریشان کن امر یہ ہے کہ بہت سی عورتیں ایسی ہیں جو اپنے شوہروں کے ہاتھوں زخمی ہونے کے باوجود علاج کے لئے ہسپتال جانے سے گریز کرتی ہیں اور گھر ہی میں مرہم پٹی کرلیتی ہیں۔

جنیس مور کا کہنا ہے کہ "ہمارے اندازے کے مطابق ہر سال اپنے گھر میں مار پیٹ کا شکار ہونے والی عورتوں کی تعداد، تقریباً ساٹھ لاکھ تک پہنچی ہے۔ ایسی اور بہت سی معلومات ہم نے پناہ گزین کیمپوں سے حاصل کی ہیں جو اپنے شوہروں کے ظلم و ستم سے بھاگ کر آنے والی عورتوں کو پناہ فراہم کرتے ہیں۔"

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ہم امریکہ کی کارکن خواتین کے بارے میں ایک رپورٹ کا خلاصہ درج کریں جو کہ انڈین ایکسپریس نے ۳ر اگست ۱۹۸۶ء کے شمارے میں شائع کی تھی۔

ایک بینک کے پریسیڈنٹ سڈنی ٹیلر نے اپنے بینک کی ایک خاتون کارکن مائیکل ونسن کو جسمانی اذیت پہنچائی اور اس کی عصمت دری بھی کی۔ ایسا چار سال تک ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ مذکورہ خاتون عورتوں کی ایک تنظیم کی مدد سے عدالت گئی۔ ڈسٹرکٹ کورٹ نے اس کی اپیل رد کردی، اس بناء پر کہ وہ چار سال تک خاموش رہی، اور اس نے بینک کے شکایتی نظام سے مدد کی درخواست نہیں کی۔ عدالت نے کہا کہ دونوں کے درمیان جو بھی تعلق تھا، وہ رضا کارانہ تھا۔ ہائی کورٹ سے بھی یہ مسئلہ حل نہ ہوسکا اور آخر کار وہ سپریم کورٹ میں پہنچی۔ امریکہ کی سپریم کورٹ نے فیصلہ دیا کہ کسی کو جنسی طور پر ہراساں کرنا عورت کے روزگار کے حقوق کی براہ راست خلاف ورزی ہے اس سے ایک مخاصمانہ ماحول پیدا ہوتا ہے۔ جس میں وہ اپنی ملازمت چھوڑنے پر مجبور ہوسکتی ہے یا اپنا کام پوری طرح نہیں کرسکتی۔ حتیٰ کہ اگر اس قسم کا ناپسندیدہ جنسی مطالبہ براہ راست طور پر روزگار کے مفادات سے وابستہ نہ ہو، تب بھی عملاً اس کا مطلب ہے...... میں جیسا کہتا ہوں، ویسے کرو، ورنہ تمہیں ملازمت سے نکال دیا جائے گا۔ عدالت نے فیصلہ دیا کہ یہ طریقہ مقام عمل پر جنسی امتیاز کی ممانعت کے بارے میں امریکی قانون کی خلاف ورزی ہے۔

کام کرنے والی عورتوں کو دفتروں میں پریشان کیا جانا ایک وباء کی شکل اختیار کرگیا ہے۔ خواتین سے متعلق ایک تنظیم نے بتایا، پچھلے پانچ برسوں میں دفاتر میں کام کرنے والی خواتین کی تقریباً نصف تعداد نے اس قسم کی بدسلوکی کا تجربہ کیا۔ یہ واقعات صرف کارخانوں میں اور مزدوروں کے ساتھ کام کرنے والی خواتین کے ساتھ پیش نہیں آتے، بلکہ اونچی بلڈنگیں اور شاندار دفاتر بھی اپنی خاتون کارکنوں کے لئے اچھے نہیں۔ ان میں وہ عورتیں بھی شامل ہیں جو سکریٹری ہیں یا قانون دان ہیں یا اور کسی اونچے عہدہ پر ہیں۔ مرکزی حکومت میں کام کرنے والی خواتین کی تقریباً ۴۲ فیصد تعداد کو اپنے دفتروں میں پریشان کیا گیا۔ یہ بات ایک حالیہ سروے کے ذریعہ معلوم ہوئی ہے۔ ریاستی حکومتوں کے مختلف شعبوں میں کام کرنے والی ۶۰ فیصد خواتین نے بتایا کہ جنسی بدسلوکی ان کے لئے ایک عام تجربہ بن چکا ہے۔ ۱۹۸۱ء اور ۱۹۸۵ء کے درمیان اس قسم کی شکایتوں کی تعداد ۷۰ فیصد تک بڑھ گئی ہے۔

خاتون کارکنوں کی شکایتیں مختلف قسم کی ہیں۔ یہ عصمت دری سے لے کر دھکا دینا، چھونا، مسلسل جنسی مطالبات، جارحانہ قسم کے جنسی تبصرے اور گندی زبان استعمال کرنا ہے۔ مرد اپنی اس قسم کی حرکتیں

اکثر ایسے موقع پر کرتے ہیں جب ان کے آس پاس کوئی دیکھنے والا موجود نہ ہو۔ اس کو اطمینان ہوتا ہے کہ خوف اور ناامیدی عورت کو اس سے روکے رہے گی کہ وہ دوسروں سے اس کی شکایت کرے۔ حتیٰ کہ اگر عورت شکایت کرے تب بھی مرد کو اطمینان رہتا ہے کہ وہ حالات کے اعتبار سے اپنا کامیاب دفاع کرسکے گا۔ جہاں عصمت دری جیسے سنگین مسئلہ کو ثابت کرنا مشکل ہو وہاں اس سے کم درجہ کی بدسلوکی کو کیسے ثابت کیا جاسکتا ہے۔

اس طرح کے معاملات میں اگر ملزم وہ ہو، جو خاتون کارکن کا افسر ہے تو شکایت کرنے کی سزا خاتون کارکن کو یہ ملتی ہے کہ اس کے اوپر کام کا بوجھ بڑھا دیا جاتا ہے۔ اس کے کام کو بے قیمت کیا جاتا ہے اور طرح طرح سے پریشان کیا جاتا ہے۔ چنانچہ بہت سی عورتیں عدالت میں جانے کے بجائے ملازمت چھوڑ دیتی ہیں۔"

جرمنی کی مظلوم عورتیں

ایک جرمن رپورٹ کے مطابق تقریباً ایک لاکھ عورتیں، اپنے شوہروں اور بوائے فرینڈز کی جسمانی اور نفسیاتی اذیت رسانی کا شکار بنتی ہیں۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق یہ تعداد دس لاکھ سے بھی زیادہ ہوسکتی ہے۔

اسی رپورٹ کا کہنا ہے کہ اس تشدد کی بہت سی وجوہات ہیں جس میں، بے روزگاری، خطیر رقوم کے قرضے، منشیات کی عادت اور شک اور جیلسی کے جذبات شامل ہیں۔

فرانس سے ہولناک رپورٹ

فرانس جیسے ترقی یافتہ ملک میں تقریباً بیس لاکھ عورتیں مار پیٹ اور تشدد کا نشانہ بنتی ہیں جس کے بارے میں فرانسیسی پولیس کا کہنا ہے کہ یہ واقعات فرانس کے تقریباً ۱۰ فیصد خاندانوں میں پیش آتے ہیں۔

حقوق نسواں کے تحفظ کی علمبردار فرانسیسی خاتون "میشل آندرے" کا کہنا ہے کہ یہاں پر جانوروں کے ساتھ عورتوں سے زیادہ اچھا برتاؤ ہوتا ہے کیونکہ مثال کے طور پر یہاں اگر کسی آدمی نے سڑک پر کسی کتے کی پٹائی کردی اور اسے مارا تو کوئی نہ کوئی شخص ضرور اس معاملہ سے متعلق ذمہ دار فرد کے پاس شکایت لے کر پہنچ جاتا ہے۔ جب کہ برخلاف اس کے اگر سڑک پر کوئی آدمی اپنی بیوی کو مارتا نظر آجائے تو کوئی نظر اٹھا کر دیکھنے کی زحمت نہیں کرتا، کوئی کارروائی کرنا تو دور کی بات ہے۔

فرانس جریس اخبار کو بیان دیتے ہوئے میشل کہتی ہے کہ یہ بات سب کو سمجھانی چاہئے کہ اس معاملے کو معمولی سمجھ کر نظر انداز نہیں کرنا چاہئے بلکہ اسے عدالت تک پہنچانا چاہئے۔

ایک فرانسیسی جریدے نے وہاں کی پولیس سے انٹرویو لینے کے بعد ایک رپورٹ شائع کی ہے جس کے مطابق ۹۳ فیصد مار پیٹ اور تشدد کے واقعات میاں بیوی کے درمیان رونما ہوتے ہیں، وہ شہروں میں ہوتے ہیں اور پولیس کے پاس رات کے وقت آنے والے ۶۰ فیصد فون ان عورتوں کے ہوتے ہیں جو اپنے شوہروں کی زیادتی سے تنگ آکر ان کی مدد طلب کرتی ہیں۔

ادارہ حقوق نسواں کے ایک اور بیان کے مطابق عورتوں کو دو طرح سے اذیت کا نشانہ بنایا جاتا ہے ایک تو ذہنی جو دھمکیوں، گالیوں اور تذلیل کے ذریعے انہیں پہنچائی جاتی ہے، دوسری جسمانی اذیت جو مار پیٹ کے ذریعہ دی جاتی ہے۔

تشدد کی شکار عورتوں کی مدد کے لئے تشکیل دی جانے والی ایک تنظیم کے بقول: ان کے ہاں آنے والی خواتین کی عمریں بیس اور تیس سال کے درمیان ہوتی ہیں، ان میں سے ہر ایک کے پاس کم سے کم دو بچے ہوتے ہیں، تعلیم ان کی بس واجبی سی ہوتی ہے اور وہ زیادہ تر اپنے خاندان والوں اور پڑوسیوں سے دور رہتی ہیں اور ان پر ہونے والے تشدد کی جو وجوہات سامنے آئی ہیں وہ بیماری، بے روزگاری یا منشیات کا عادی ہونا، جب کہ بہت سی عورتیں ایسی بھی ہیں جو خوف اور بزدلی کی وجہ سے اپنے اوپر ہونے والے تشدد کے بارے میں کسی کو کچھ نہیں بتانا چاہتیں۔ (فرانسیسی نیوز ایجنسی)

پچیس سال کی ایک خاتون جس نے اپنے شوہر کا گھر چھوڑنے سے پہلے پورے

دو سال کا تشدد برداشت کیا، کہتی ہے: "ہمارے یہاں فرانس میں ہم کسی سے بھی اپنی ازدواجی زندگی کے بارے میں گفتگو نہیں کرتے۔ کیونکہ آپ اپنے ذاتی معاملات میں اپنے دوستوں اور پڑوسیوں پر بھروسہ نہیں کرسکتے۔

ایک فرانسیسی ادیب "الیکو نڈر دوما" فرانسیسی عورتوں کو گوشت کے پارچوں سے تشبیہ دیتے ہوئے کہتا ہے کہ "تم جتنا انہیں پیٹو گے اور ان پر ضرب لگاؤ گے وہ ترو تازہ، نرم ملائم بن جائیں گی۔"

برطانیہ کی تحریک

برطانیہ میں "جو آن جونکر" نامی ایک خاتون، ظلم اور جسمانی تشدد کے خلاف ایک تحریک چلا رہی ہے، پچھلے بارہ سالوں میں گھروں یا سڑکوں پر تشدد کا نشانہ بننے والے ہزاروں افراد کی مدد کرچکی ہے اور چندہ جمع کرکے تقریباً ۷۰ ہزار پونڈ کی خطیر رقم ان اداروں کو دے چکی ہے جو ایسے لوگوں کو پناہ دیتے ہیں جو ظلم وتشدد کا شکار بن کر ان کے پاس آتے ہیں اور دوبارہ گھر نہیں جانا چاہتے، یہ ادارے ان کو ڈر اور خوف کے ماحول سے نکال کر ایک نئی زندگی شروع کرنے میں ان کا ساتھ دیتے ہیں۔

"ویک اینڈ" نامی برطانوی جریدے کے مطابق "جو آن" خود تشدد کا شکار تھی۔

("الوطن" شمارہ نمبر ۷۱۸)

عورتوں سے بدسلوکی

ہالینڈ کے شہر ایمسٹرڈم میں ایک کانفرنس منعقد ہوئی جس میں گیارہ ممالک کے دو سو ممبران نے شرکت کی، کانفرنس کا موضوع تھا "دنیا بھر میں عورت کے ساتھ بدسلوکی" اس کانفرنس میں سب کی متفقہ رائے یہ تھی کہ عورت تقریباً سارے معاشروں میں ظلم کا شکار ہے۔

کانفرنس اس نتیجہ پر پہنچی کہ دنیا میں بدنصیب عورتوں کی تعداد ہمارے تصور سے کہیں زیادہ ہے کیونکہ یہ عورت کی فطرت ہے کہ وہ اس وقت تک اپنے دکھ کا اظہار نہیں کرتی جب تک کہ وہ بالکل مایوس نہ ہوجائے اسی لئے اپنے شوہروں کے ظلم وستم کے ہاتھوں تنگ آئی ہوئی بے سہارا عورتوں کی امداد کے لئے بے شمار ادارے معرض وجود میں آچکے ہیں۔ یہ ادارے ابھی حال ہی میں قائم ہوئے ہیں، ان میں سب سے پہلا ادارہ انگلینڈ کے شہر مانچسٹر میں 1971 میں قائم ہوا۔ اس کے بعد اس قسم کے ادارے یکے بعد دیگرے پورے برطانیہ میں پھیل گئے یہاں تک کہ آج ان کی تعداد ڈیڑھ سو تک پہنچ گئی ہے۔

مغربی جرمنی میں اس قسم کے دس سینٹر کھل چکے ہیں اور یہی حال ہالینڈ اور نیوزی لینڈ کا بھی ہے اور اس کانفرنس میں یہ تجویز بھی رکھی گئی کہ اس قسم کے سینٹر پوری دنیا میں قائم ہونے چاہئیں۔ کانفرنس میں شریک ایک ممبر نے کہا کہ بیویوں کی اذیت رسانی کا مسئلہ سارے معاشروں میں پھیل چکا ہے یہاں تک کہ ججوں اور ڈاکٹروں کی بیویاں بھی اپنے شوہروں کے تشدد کا نشانہ بنتی ہیں جب کہ ہمارے حکمران اور ذمہ دار ادارے اس سنگین مسئلے پر آنکھیں بند کئے بیٹھے ہیں۔

اسی مسئلہ سے متعلق ایک انگریزی میگزین نے چند خواتین کا انٹرویو لیا جس سے یہ بات سامنے آئی کہ انٹرویو میں شریک خواتین میں ۱۰ فیصد خواتین ایسی ہیں جو اپنے شوہروں کے ہاتھوں بے تحاشا مار کھاتی ہیں اور ۷۰ فیصد ان میں ایسی ہیں جو اپنی ازدواجی زندگی بھرپور ذلت اور اہانت آمیز رویہ کے ساتھ گزار رہی ہیں۔

کانفرنس میں ایک نہایت دردناک کیس کا مطالبہ کیا گیا جو ایک چالیس سالہ شخص کے متعلق تھا جو اپنی بیوی کو بہت موٹے ڈنڈے سے مارتا تھا اور اس نے اس ڈنڈے پر یہ عبارت کندہ کر رکھی تھی: "جو اپنے شوہر کی اطاعت نہیں کرتی وہ سزا کی مستحق ہے۔" (الرایٔ العام)

تشدد کے طریقے

برطانیہ میں کئے گئے ایک سروے کی رپورٹ کے مطابق عورتوں کے خلاف تشدد کے واقعات ایسے ہوتے ہیں جن میں شوہر حضرات اپنی بیویوں کو بغیر کسی معقول وجہ کے مارتے ہیں۔

اسی رپورٹ کے مطابق ایک عورت نے بیان دیا کہ اس کی شادی کو ساڑھے تین سال ہوچکے ہیں اور وہ تقریباً ہر روز اپنے شوہر کے ہاتھوں پٹتی ہے۔ وہ کہتی ہے اگر میں کسی قسم کا احتجاج کرتی ہوں تو وہ مجھے پھر مارتا ہے، لہٰذا مجھے خاموشی میں ہی عافیت محسوس ہوتی ہے اور وہ مجھے مارنے کے لئے مختلف طریقے آزماتا ہے۔ کبھی طمانچے، تو کبھی لاتیں اور گھونسے اور کبھی میرا سر دیوار سے دے مارتا ہے۔

اسی رپورٹ میں ایک اور عورت کا ذکر ہے جس کے شوہر نے اس کی کنپٹی پر اتنی زور سے مارا کہ اس کے کان کا پردہ پھٹ گیا۔

اپنی بیوی کو مارتے وقت شوہر یہ کبھی نہیں سوچتا کہ اس کے گھونسے اور لاتیں، بیوی کے جسم کے کن حصوں کو متاثر کر رہی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ اس کی بیوی حاملہ ہو اور پیٹ پر پڑنے والی کوئی لات یا گھونسہ اس کی اور اس کے بچے کی زندگی خطرے میں ڈال دے، اس قسم کے کئی واقعات تحقیقاً پیش آچکے ہیں۔

اس طرح تشدد کے نتیجے میں کئی عورتوں کی پسلیاں ٹوٹ چکی ہیں، بعض مرد تو اتنے جنونی ہوتے ہیں کہ وہ مار پیٹ کے دوران اپنی بیویوں کی گردن پکڑ کر اس پر اتنا دباؤ ڈالتے ہیں کہ اس کا دم گھٹ جاتا ہے اور بعض اپنی بیویوں کے جسم کو سگریٹ سے داغتے ہیں اور مزہ لیتے ہیں۔ کچھ لوگ اپنی بیویوں کو زنجیروں سے جکڑ کر کمرے میں بند کردیتے ہیں۔ (انڈین میگزین ۲۹ر صفر ۱۴۱۰ھ)

چین کے ایک روزنامہ "لیبرز" نے ایک سرکاری افسر کی پھانسی کی خبر شائع کی جس پر الزام تھا کہ وہ کئی لڑکیوں کی آبرو ریزی کرچکا تھا اور اپنی بیوی کو سگریٹ، کرنٹ، سوئیوں اور بیلٹ کے ذریعہ اذیت دیا کرتا تھا۔

"چان منگ" نامی ایک اخبار نے ایک خط شائع کیا جس کو ایک لیڈی ڈاکٹر چای چانگسیونگ نے لکھا تھا جس میں اس نے بتایا کہ اس کے شوہر نے کس طرح اس کے چہرے، پیٹ اور ہاتھ پیروں کو تشدد کا نشانہ بنایا کہ وہ ناقابل بیان ہیں، کیونکہ وہ اسے طلاق دینے پر تیار نہیں تھی وہ اپنی خطرناک چوٹوں کے علاج کے لئے ہسپتال میں داخل ہوئی تو اس کی ساس نے اسے وہاں سے بھی نکلوانے کی کوشش کی، اتنا سب کچھ ہوا مگر اس کے شوہر کو کسی قسم کی سزا نہیں ملی۔

ایک دوسرے واقعہ میں ایک آدمی نے لڑائی کے دوران اپنی بیوی کا ہاتھ توڑ دیا تو وہ ڈر کے مارے گھر میں نہیں رہی اور مسلسل کئی راتیں مرغی خانے میں چھپ کر گزاری۔

"خواتین" نامی ایک چینی میگزین کو ایک عورت نے خط لکھا جس میں اس نے شوہر اور سسرال کی بدسلوکی کی شکایت کی تھی۔ اس کے سسرال والے اس کے ساتھ ہی ایک گھر میں رہتے تھے۔ اس نے لکھا کہ اس نے اپنے ساس اور سسر کو دس ڈالر دینے سے انکار کردیا تھا جس پر اس کے شوہر نے اسے نہایت بیدردی سے مارا پیٹا۔

چین میں ایسے ادارے نہیں جو اپنے شوہروں کے ہاتھوں ستائی ہوئی عورتوں کو پناہ دے سکیں، اس لئے ایسی عورتیں کسی قریبی امدادی سینٹر یا اتحاد خواتین کی کسی بھی برانچ یا کبھی کبھی عدالتوں تک جا پہنچتی ہیں۔ مگر عام طور پر چینی خواتین اپنے شوہروں سے بہت ڈرتی ہیں اور انہیں کسی سے مدد طلب کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔

کینیڈا میں تقریباً ڈیڑھ لاکھ کینیڈین ایسے ہیں جو اپنی بیویوں کو مارتے ہیں اور ملک کے احتجاجی اور ثقافتی مرکز ان واقعات کو اپنے ملک کے لئے بدنما داغ گردانتے ہیں۔

مانٹریال میں عورتوں پر ہونے والے تشدد کی روک تھام کے لئے ایک خصوصی ادارہ قائم کیا گیا جس نے جلد بھڑکنے والے غصیلے مردوں کو ایک ٹیلی فون لائن مہیا کی جس پر چوبیس گھنٹوں میں جس وقت چاہیں بات کرکے اپنا غصہ اور دل کی بھڑاس نکال سکتے ہیں کہ شاید اس طرح انہیں اپنی بیویوں کو مارنے سے باز رکھا جاسکے گا۔

محترم قارئین! یوروپی تہذیب میں عورتوں کی حالت زار کے متعلق چشم کشا حقائق پڑھنے کے بعد آپ کو بخوبی اندازہ ہوگیا ہوگا کہ عورتوں کے دشمن مسلمان ہیں یا اہل مغرب؟ لیکن یہ ایک افسوس ناک حقیقت ہے کہ اس کے باوجود آج مغرب کی جانب سے اہل اسلام کو یہ طعنہ دیا جاتا ہے کہ اسلام میں عورتوں کے حقوق کی رعایت نہیں رکھی گئی۔ ●●

عائشہ خان، مانچسٹر (انگلینڈ)

میں نے مغرب زدہ زندگی کیوں چھوڑی؟

میں مانچسٹر پکاڈلی ریلوے اسٹیشن پر کھڑی تھی کہ میری نظر ایک لڑکی پر پڑی۔ وہ لڑکی اپنی چال ڈھال میں باقی لڑکیوں سے زیادہ مختلف نہیں تھی۔ صرف ایک چیز نے اسے منفرد شخصیت کا حامل بنادیا۔ اس نے سفید کاٹن کا اسکارف پہن رکھا تھا۔ مجھے اس اسکارف میں وہ اس قدر بھلی اور خوبصورت لگ رہی تھی کہ بے اختیار میرا دل چاہا کاش! میں بھی اس طرح خوبصورت اور بھلی نظر آؤں۔

میں زیادہ دیر تک اس پر اپنی آنکھیں نہ جما سکی کیوں کہ میں اس نتیجے پر پہنچ چکی تھی کہ اس طرح پردہ کرنا میرے بس کا کام نہیں ہے۔ اگر میں ایسا کروں گی تو لوگ اپنے دروازے میرے لئے بند کرلیں گے۔ ان کی رائے مجھے ان کی دوستی سے محروم کردے گی۔ پھر میں نے سوچا کہ اسلام بھی مجھ پر زبردستی نہیں کرتا۔ وہ میری خوفزدہ سوچوں کا لحاظ کرتا ہے۔ میں بیک وقت دو کشتیوں میں سوار ہو کر سفر کرنے کی کوشش کررہی تھی۔ مکمل طور پر مسلمان تھی نہ ہی مکمل طور پر مغربی۔ حالانکہ میرے والدین نے میری تربیت ایک مسلمان کی حیثیت سے کی تھی۔ میں جو چیز بھی چاہتی تھی وہ مجھے فراہم کرتے تھے۔ میں غیر مسلم دوستوں کے ساتھ دوستی کے مزے لے رہی تھی۔ دراصل میں مذہب سے اس لئے جڑنا نہیں چاہتی تھی کیوں کہ میں نظریہ لذت کی قائل تھی کہ بس لذت ہی زندگی ہے۔

اس وقت میری عمر ۱۸ برس تھی جب میں یونیوسٹی کی دنیا میں داخل ہوئی۔ اسلام کے حوالے سے میرا علم نہایت محدود تھا۔ میں صرف منفی انداز میں دیکھتی اور سوچتی تھی۔ میرے نزدیک مذہب ایک بری چیز کا نام تھا جو مجھے اپنی پسند کا لباس پہننے سے روکتا ہے۔ مجھے اپنی زندگی سے مزہ لینے سے روکتا ہے۔ مجھے من پسند کاموں سے منع کرتا ہے۔ میری پسند کیا تھی؟ یہی کہ میں عام برطانوی لڑکیوں کی طرح بے لگام زندگی بسر کرنا چاہتی تھی۔

میں اپنے دوستوں کے درمیان دلچسپی کی ایک چیز بنی ہوئی تھی۔ لیکن دوسری طرف میں مسلمان طبقے کے لئے اذیت ناک شئے تھی۔ میں مسلمانوں کو کراہت آمیز نظروں سے دیکھتی تھی۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ایک مرتبہ میں کچھ خریدنے کے لئے ایک دکان پر گئی۔ کاؤنٹر پر کھڑے آدمی نے مجھے ''السلام علیکم'' کہہ کر مخاطب کیا۔ میں نے اس کی طرف دیکھا، اجنبی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا کہ میں آپ کی بات سمجھ نہیں سکی ہوں۔ میں جھوٹ بول رہی تھی۔

''اوہ معذرت چاہتا ہوں۔ میرا خیال تھا کہ آپ مسلمان ہوں گی۔ اس نے کہا۔

میں اس طرح کی عادی ہو چکی ہوں میں بڑبڑاتے ہوئے دکان سے باہر نکل گئی۔ میں اپنے والدین کے سامنے اس بات کا تذکرہ نہ کرسکی کیوں کہ وہ مجھے شرمندہ کرسکتے تھے اور دوستوں کے سامنے بھی میں نے ایک لفظ نہ کہا۔ پھر میں ظہور پذیر ہونے والے ایسے واقعات کو اندر ہی اندر پی جاتی تھی۔ لیکن میں زیادہ دیر تک ایسا نہ کرسکی۔ ایسا لگتا تھا کہ یہ خاموشی مجھے تباہ کرکے رکھ دے گی۔ پھر میں اپنے آپ کو تنہا محسوس کرنے لگی۔ کیوں کہ میں دیکھتی تھی کہ یہاں باقی مسلمان اپنے عقیدہ پر کسی قسم کا سمجھوتہ کرنے کو تیار نہیں ہوتے تھے۔ وہ اپنے ایمان پر پکے ہوتے تھے۔ لیکن یہاں کی معاشرت کا بہترین حصہ ثابت ہوتے تھے۔ یہ لوگ جب اسلام سے متعلق گفتگو کرتے تو ان کی انکھیں روشن ہو جاتی تھیں۔ ان کے لہجے سے فخر اور محبت ٹپکنے لگتی تھی۔ کوئی دن تھے کہ میں بھی ان کی طرح پر جوش مسلمان ہوتی تھی لیکن پھر مغربی طرز زندگی دین سے بہت دور لے گیا۔ اب میری حالت یہ تھی کہ میں اسلام کی بہت سی باتوں کو بھلا چکی تھی۔

ایک روز میں یونیورسٹی کے اس حال میں چلی گئی جو عبادت کے لئے مختص تھا۔ میں نے وضو کیا، جائے نماز بچھایا اور قرآنی آیات پڑھنے کی کوشش کی لیکن میری زبان گنگ ہو رہی تھی۔ بچپن میں یہی قرآنی آیات مجھے ازبر تھیں لیکن اب زبان ساتھ نہیں دے رہی تھی۔ میں خاصی پریشان ہوگئی۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ میری یادداشت لوٹا دے۔ بہرحال میں نے ٹوٹے پھوٹے اور ادھورے انداز میں نماز ادا کی۔

جونہی میں عبادت گاہ سے باہر نکلی، میں ایک فیصلے پر پہنچ چکی تھی۔ اب میں نے اسلام کے حوالے سے اپنی معلومات کو تازہ کرنے کا فیصلہ کرلیا تھا۔ جوں جوں میری معلومات تازہ ہوتی گئیں، میری تنہائیاں ختم ہونے لگیں۔ اگرچہ بعد ازاں میں نے مغربی طرز زندگی کی طرف لوٹنے کی کوشش کی لیکن میں زیادہ دیر تک وہاں ٹھہر نہ سکی۔ میرا مختصر لباس اب مکمل بنتا جارہا تھا جو میرے پورے جسم کو ڈھانپ سکے۔

اب مجھے یونیوسٹی میں اپنی اسلامی شناخت کے ساتھ جانا تھا۔ یہ شناخت ایک عرصہ سے ترک کرچکی تھی۔ جب میں نے لوگوں کو پوری جرأت کے ساتھ بتانا شروع کیا کہ میں مسلمان ہوں تو میں مخالفت، طنز و استہزا کی لہر کے گھیرے میں آگئی۔ کیونکہ اس سے پہلے گیارہ ستمبر کے واقعات رونما ہو چکے تھے۔ لوگ جہاد کی بابت مجھ سے سوال کرنے لگے تھے۔ جہاد کے حوالے سے میں سوالات کے جوابات دینے سے گریز کرنے لگی۔

یونیورسٹی میں مجھے ایک روز مشرق وسطیٰ کی صورت حال پر گفتگو کرنے کا موقع ملا تو میں نے لوگوں کو سمجھایا کہ مسلمان ایک بین الاقوامی قوم ہے۔ پوری دنیا کے مسلمان اپنے آپ کو ایک امت کا حصہ تصور کرتے ہیں۔ اس لئے جب کسی مسلمان کو قتل کیا جاتا ہے تو اسے پوری دنیا کے مسلمانوں کے خلاف ایک اقدام تصور کیا جاتا ہے۔ میں اس سے آگے ایک لفظ کہہ نہ سکی۔ کیونکہ کلاس روم میں موجود طلبہ و طالبات نے مجھے مزید بولنے کا موقع نہ دیا۔ انہوں نے کہا کہ تم دہشت گردوں کے ساتھ ہمدردی رکھتی ہو۔ اس کے بعد میں گیارہ ستمبر اور جہاد کے بارے میں کچھ کہہ نہ سکی۔ کچھ عرصہ بعد میں نے یونیورسٹی کی زندگی کو خیرآباد کہہ دیا۔ یوں میں ایک برطانوی شہری اور ایک مسلمان ہونے کے ناطے متوازن زندگی گزارنے لگی۔ اگر آپ برطانیہ میں پیدا ہوئے ہیں، یہاں پلے بڑھے ہیں، یہاں تعلیم حاصل کررہے ہیں اور آرام دہ زندگی گزار رہے ہیں تو اس کی اصل وجہ مستحکم برطانوی معیشت ہے۔ لیکن ان ساری سہولتوں کے ساتھ آپ ایک مظلوم کی زندگی گزاریں گے۔ آپ سے تقاضہ کیا جائے گا کہ جب پردیس میں آپ کے دین کو طنز و تشنیع کا نشانہ بنایا جائے تو آپ بالکل خاموش رہیں۔ جب برطانوی شہریت رکھنے والے مسلمان اپنے ہی وطن میں ستائے جائیں، ان پر مقدمات چلائے جائیں، ان کو سزائیں دی جائیں تو آپ بس خاموشی سے دیکھتے رہیں۔ اگر آپ کے ہینڈ بیگ میں برقعہ ہے تو پھر آپ کبھی ملازمت حاصل نہیں کرسکیں گی۔ اپنی نمازوں کی قربانی دیں اور اپنے باس کے پاس ہی موجود رہیں۔

اب میری عمر پچیس سال ہے۔ میں اپنے مغرب زدہ ماضی سے ناطہ توڑ چکی ہوں۔ اگرچہ میرا وہی حلقہ احباب ہے۔ میرے پرانے دوست جانتے ہیں کہ میری زندگی کی اقدار بدل چکی ہیں لیکن وہ اسلام کا فہم حاصل کرنے کے میرے فیصلے کا احترام کرتے ہیں۔ میں نے اپنی زندگی کی مشکلات پر قابو پالیا۔ اپنی جوان خواہشات اور اپنی ذمہ داریوں کے مابین تضادات پر کنٹرول حاصل کرلیا۔ میں ایک head hunter کے طور پر کام کرنا چاہتی تھی۔ لیکن یہ لائن میرے ایمانی تقاضوں سے متصادم تھی۔ اس میدان میں طویل ترین ڈیوٹی ہوتی تھی۔ طویل سفر ہوتے تھے۔ لوگوں کے ساتھ بالمشافہ ملاقاتیں ہوتی تھیں۔ چنانچہ میں اس میدان میں قدم رکھنے کی ہمت نہ کرسکی۔

آج کل میں بروقت نمازوں کی ادائیگی کی طرف بھرپور توجہ دے رہی ہوں۔ میں کبھی اپنا روزہ نہیں چھوڑتی۔ اس دوران اگر لوگ مجھ سے پوچھتے ہیں کہ تم دوپہر کا کھانا کیوں نہیں کھا رہی ہو؟ تو میں ڈائیٹ کا بہانہ نہیں بناتی۔ میں صاف صاف بتا دیتی ہوں کہ بھئی! میں مسلمان ہوں۔

رحمت قادری

پپیتا

صحت وتوانائی سے بھرپور ہر موسم میں دستیاب

گہرے سرخی مائل نارنجی رنگ کے گودے والا نرم رسیلا پھل پپیتا وٹامن ''اے'' ''ای'' اور ''کیلشیم'' سے مالا مال ہوتا ہے سجاوٹ اور آرائش کے لیے پپیتے کے پودے کے ہرے بھرے پتے بہت خوشنما اور دلکش لگتے ہیں پکے ہوئے پپیتے کا گودا پیس کر چہرے پر لگانے سے جلد ملائم ہوکر نکھر جاتی ہے۔ یوں تو پپیتے کی اصل جائے پیدائش منطقہ حارہ (tropical) امریکہ ہے اور یہ وہاں کا دیسی پھل ہے، لیکن یہ دنیا کے دیگر خطوں میں بھی بکثرت پیدا ہوتا ہے۔ بڑی ناشپاتی کی ساخت سے مشابہ اس پھل کا سائز پکنے کے بعد تقریباً آٹھ انچ لمبا ہوتا ہے۔ پپیتے (ارنڈ خربوزہ carica papaya) کو گجراتی زبان میں پاپیوں کہتے ہیں۔ اس کا درخت چار پانچ گز اونچا ہوتا ہے۔ تنے پر شاخیں نہیں ہوتیں۔ چوٹی پر ارنڈ کے پتوں سے ملتے جلتے پتے لگتے ہیں، جس سے درخت چھتی دار ہوجاتا ہے پتوں کے نیچے تنے پر پھل لگتے ہیں۔ پپیتا کچا ہونے کی حالت میں اوپر سے سبز اور اندر سے سفید ہوتا ہے اور اس میں رطوبت ہوتی ہے، لیکن جب یہ پک جاتا ہے تو اس کی رنگت زرد ہوجاتی ہے۔ اندر سے گودا بھی زرد ہوجاتا ہے اور رطوبت کم ہوجاتی ہے۔ بعض اقسام کے پپیتوں کی رنگت پھل کے پک جانے کے بعد پیلے یا نارنجی رنگ کی ہوجاتی ہے۔

پپیتا چھوٹے قد کے جھاڑی دار، تاڑیا کھجور کے درخت سے مشابہ درخت میں شاخوں کے بجائے تنے میں ہرے بھرے گچھوں کی صورت میں اس طرح اگتا ہے کہ اس کا رخ زمین کی جانب ہوتا ہے۔ پپیتے کا پودا نر اور مادہ کی علیحدہ علیحدہ خصوصیات رکھنے کے ساتھ ساتھ بعض اوقات کیسہ زر اور بقچہ گل (harmaphrodite) کی خصوصیات رکھنے والے بھی ہوتے ہیں۔ غیر طبعی طور پر اس پھل کا ذائقہ خربوزے سے ملتا جلتا ہے پکنے کے بعد اس کی رنگت پیلے یا نارنجی رنگ کی ہوجاتی ہے۔ عام طور پر پپیتے کا گودا پیلے رنگ کا ہوتا ہے۔ جس کا درمیانی حصہ چھوٹے گول بیجوں سے بھرا ہوا ہوتا ہے۔ پپیتے کا وزن اوسطاً 2 کلو تک ہوتا ہے۔

اگرچہ پپیتا امریکہ کا مقامی پھل ہے لیکن اس کی کاشت بڑی تیزی کے ساتھ گرم آب وہوا رکھنے والے ممالک میں پھیلتی جارہی ہے۔ پپیتے کے بیج سب سے پہلے وسطی امریکہ سے نیپال، ایسٹ انڈیا کمپنی کے توسط سے 1626 میں بھیجے گئے۔

اقسام

سولو ''solo'' نسل کے پپیتے چھوٹے سائز کے ہوتے ہیں لیکن بہت سے مقامی اقسام کے پپیتوں کے بیج منتخب کرکے ان سے اپنی مرضی کے پسندیدہ پھل حاصل کرنے کے لئے انہیں خاصے معقول اور مختلف طریقوں کے ذریعے کثرت سے کاشت کیا جارہا ہے۔ پہاڑی پپیتا (candamarceniss canice) موٹے دبیز اور ناتراشیدہ پتوں والا سخت اور چھوٹا پھل ہوتا ہے۔ جس کا کنارہ موٹا، بھدا اور لمبا ہوتا ہے اس کے پتوں میں سیب کی خوشبو آتی ہے۔ یہ بہت تیزابی نوعیت کا ثابت ہوتا ہے لیکن پکا کر یا جام بنا کر کھانے سے اس کا ذائقہ عمدہ ہوجاتا ہے۔ پپیتے کا گودا بہت خوبصورت گہرے سرخی مائل نارنجی رنگ کا ہوتا ہے جس کے درمیان میں سیاہی مائل بھورے

رنگ کے بیج بافراط موجود ہوتے ہیں۔ ان بیجوں کو بطور خوراک بھی استعمال کیا جاتا ہے پپیتے کے نرم، رسیلے اور میٹھے گودے کا ذائقہ آڑو اور خربوزے کے ذائقے سے ملتا جلتا محسوس ہوتا ہے۔

غذائیت

پپیتا وٹامن ''اے'' ''ای'' اور کیلشیم'' سے مالا مال ہونے کے ساتھ ساتھ ایک کیمیائی خمیرہ پاپین (enzyme papain) سے بھرپور ہوتا ہے۔ یہ کیمیائی خمیرہ غذا میں موجود پروٹین کو تحلیل کرکے اسے ہضم کرنے میں مدد کرتا ہے، اس کے علاوہ یہ خمیرہ گوشت کو نرم اور بازائقہ بنانے کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ پپیتے کی 100 گرام مقدار 45 کلو کیلوریز کی توانائی فراہم کرتی ہے۔

خریدنا اور محفوظ رکھنا

پپیتا خریدتے وقت ہمیشہ زیادہ پیلا پھل منتخب کریں اور اس کی لطیف خوشبو سونگھ کر اس کی لذیذ ہونے کا اندازہ کریں۔ پپیتا معمولی سا دباؤ پڑنے سے بہت جلدی پچک جاتا ہے۔ لہٰذا کبھی بھی خراب پھٹے ہوئے مرجھائے چھلکوں والا پپیتا مت خریدیں۔ اگر پپیتا پکا ہوا یا رس دار محسوس نہ ہو تو ڈنٹھل کے پاس کے حصے کو چیک کریں اگر چھلکا پیلے رنگ کا نہ ہو تو اس کا مطلب ہے پپیتا پکا ہوا نہیں ہے۔ پکے ہوئے رس دار پپیتے کو فوراً کھالینا چاہئے اور پوری طرح نہ پکنے والے پپیتوں کو نرم اور پیلا ہوجانے تک کمرہ کے درجہ حرارت پہ رکھ کر اس کے پک جانے کے بعد کھانا چاہئے کیونکہ کچا پپیتا کھانے سے عموماً پیٹ میں درد ہوسکتا ہے۔ پپیتے کے گودے کے کیوبز یا پیوری کو فریز کرکے محفوظ رکھا جاسکتا ہے۔

سرونگ

پپیتے کو لمبائی کی رخ پر آدھا کاٹ لیں اور اس کی درمیان میں موجود بیجوں کو نکال دیں۔ ان بیجوں کو (ان کا ذائقہ ہلکی مرچوں والا ہوتا ہے) خوراک کے طور پر بھی استعمال کیا جاسکتا ہے لیکن عام طور پر یہ زیادہ خوش ذائقہ نہیں ہوتے۔ پپیتے کے گودے کو سرو کرتے وقت اس کی اوپر لیموں کا رس چھڑک کر پیش کریں۔ پپیتے کو عام طور پر خربوزے کی طرح ہی استعمال کیا جاتا ہے یہ آپ کی پسند پر ہی منحصر ہے۔ چاہے آپ صرف اس کے اوپر لیموں کا رس یا کدوکش کی ہوئی ادرک چھڑک کر نوش فرمائیں قاشیں یا کیوبز کاٹ کر سادہ کھائیں یا پھر بھنے ہوئے گوشت یا پھر باربی کیو چکن کے ساتھ تناول فرمائیں۔ پپیتے کے گودے کے کیوبز کو فروٹ سلاد، فروٹ کاکٹیلز، آئس کریم، شیکس اور دہی کے ساتھ بھی سرو کیا جاسکتا ہے۔ بہت ایسی ڈشز جن میں ہرے وخوشبودار مصالحوں کا استعمال کیا گیا ہو جیسے چکن کری یا سی فوڈ وغیرہ میں بھی شامل کئے جانے پر پپیتا ان ڈشز کو مزید ذائقہ دار بناتا ہے۔ مرچوں کے ساتھ نیم پکا ہوا اور باریک چوپ کیا ہوا پپیتا فریش سالسہ میں بہت موزوں رہتا ہے۔ پپیتے کا چھلکا چھوٹے پارچوں میں کٹے ہوئے گوشت کو نرم اور خوش ذائقہ بنانے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ پپیتے میں موجود کیمیائی خمیر پاپین (enzyme papain) جیلاٹن کو جمنے سے روکتا ہے۔ اس لیے پپیتے سے فروٹ جیلی، کولڈ سوفلے یا ماؤز بنانے سے گریز کیجئے۔ ہلکا پکا ہوا پپیتا سلاد وغیرہ میں استعمال کیا جاسکتا ہے۔ لیکن کچا پپیتا اچار، چٹنی اور مربہ جات کے لیے بہترین ہوتا ہے۔ بڑے سائز کی پپیتے کو عموماً اسٹف اور بیک کرکے سبزی کی ڈش کے طور پر استعمال کیا جاسکتا ہے۔

پپیتا بطور غذا ودوا

پپیتا ایک پھل کی طرح کھایا جاتا ہے۔ یہ بدن کو غذائیت دیتا ہے اور اس کی پرورش کرتا ہے۔ ہاضم ہے اور قبض کو دور کرتا ہے۔ معدہ جگر اور تلی کے مریضوں کے لیے نہایت فائدہ مند ہے۔ اس میں وٹامن e پایا جاتا ہے یہ گوشت کو گلاتا ہے کچے پپیتے کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کاٹ کر اسے چھاؤں میں کئی دنوں تک رکھ کر سکھا لینے کے بعد پیس کر پاؤڈر بنا کر رکھ لیا جاتا ہے جسے گوشت گلانے کے لئے معمولی سی مقدار میں استعمال کیا جاتا ہے۔ کچے پپیتے سے

نکلنے والی دودھیا رطوبت بھی اعلیٰ درجے کی ہاضم ہے۔ اس کا چھلکا چھیلنے سے جو رطوبت نکلے اس کو موٹے کپڑے پر لگاتی رہیں۔ خشک ہونے کے بعد کپڑے پر سفید سفوف رہ جائے گا اسے احتیاط سے نکال کر رکھ لیں۔ یہ سفوف آدھی رتی سے ایک رتی تھوڑی شکر ملا کر کھانا کھانے کے بعد کھائیں۔ کھانا خوب ہضم ہوگا اور بھوک لگے گی۔

۱- قبض رفع کرنے کے لیے پکا ہوا پپیتا کھانا مفید ہے۔

۲- کچا پپیتا ابال کر کھانے سے پرانے دست ٹھیک ہوجاتے ہیں۔

۳- کھانا ہضم نہ ہونے پر پپیتا کھانا مفید ہے۔

۴- پپیتے کے دس بیج پانی میں پیس کر چوتھائی کپ پانی میں ملا کر پینے سے پیٹ کے کیڑے مرجاتے ہیں

۵- پپیتا پیٹ صاف کرتا ہے، جگر کو طاقت دیتا ہے۔ چھوٹے بچے جن کا جگر خراب رہتا ہے، ان کو پپیتا کھلانا چاہیے۔

۶- خونی بواسیر میں پپیتا کھانا مفید ہے۔ پپیتا اچھا اور پکا ہوا سخت ہونا چاہیے اس بیماری کے خاتمے کے لیے کچے پپیتے کی سبزی بنا کر کھانا مفید ثابت ہوتا ہے۔

۷- بڑھی ہوئی تلی کو قدرتی سائز میں واپس لانے کے لئے اکثر حکماء روزانہ پپیتا کھانے کا نسخہ تجویز کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں یہ بہت فائدہ مند ثابت ہوا ہے اس مقصد کے لیے پکا ہوا پپیتا بھی کھاتے ہیں اور کچے پپیتے کے ٹکڑے کاٹ کر سرکے میں ڈال دیئے جائیں اور ۸-۱۰ دن کے بعد دو ٹکڑے روزانہ کھائیں۔

۸- پکے ہوئے پپیتے کا گودا پیس کر چہرے پر لگانے سے جلد ملائم ہو کر نکھر جاتی ہے۔

☆☆☆

نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

محمد فخر الدین راحت

راضی خدا کو کرنے کے سامان ہوگئے
"سرکارؐ میری فکر کے مہمان ہوگئے"
سچی طلب تھی سینے میں قربان ہوگئے
شیدا نبی پاکؐ پہ سلمانؓ ہوگئے
انوار نبوت کی ضیاء پاشی کے صدقے
اصنام پرست صاحب ایمان ہوگئے
کردار نبوت کا یہ اعجاز ہے بالیقین
وحشی، خدا کے فضل سے انسان ہوگئے
حضرت عمرؓ کا واقعہ مشہور آج تک
لینے کو سر چلے تھے مسلمان ہوگئے
عشق نبی کے فیض کی ہلکی سی جھلکیاں
اصحاب نبی وقت کے سلطان ہوگئے
تعارف ہے مختصر سا یہ تصویر ہماری
سنت نبیؐ کی چھوڑ کر پریشان ہوگے
دشمن، نبی پاکؐ کی سیرت کو دیکھ کر
گردن جھکا کے آپ پہ قربان ہوگئے
فیضان نبوت سے جنہیں مل گیا حصہ
اصحاب وہی صاحب عرفان ہوگئے

مولانا محمد صدیق احمد حسامی

تیرے یہ گنہگار بندے کہاں جائیں؟

اے رحیم و کریم! میں بہت شرمندہ ہوں، آپ کی عطا کردہ زندگی میں نے آپ ہی کی نافرمانیوں میں گزار دی، وہ کون سا گناہ ہے جو میں نے نہیں کیا، آپ کا وہ کون سا حکم ہے جو میں نے نہیں توڑا، وہ کون سی حد ہے جسے میں نے پامال نہیں کیا، آپ کے غضب کو دعوت دینے والا وہ کون سا عمل ہے جو میں نے نہیں کیا، میرے گندے وجود پر آپ کی رحمتوں کی بارش مسلسل برستی رہی مگر مجھے شکر کرنے کی توفیق نصیب نہ ہوئی، دنیا میں قدم رکھنے سے پہلے آپ نے میری پرورش اور رزق کا انتظام فرمایا، تازہ اور غذائیت سے بھرپور دودھ، ممتا کا ٹھنڈا اور خوشگوار سایہ، محبت سے دھڑکتا دل، مجھے سکون پہنچانے کی خاطر اپنی نیند اور راحت تج کردینے والا وجود۔

آپ چاہتے تو مجھے گدھا گھوڑا بھی بنا سکتے تھے، میری ساری زندگی بوجھ اٹھاتے اور چھڑیوں کے تابڑ توڑ وار سہتے گزر جاتی، آپ چاہتے تو مجھے کسی ہندو اور سکھ کے گھر بھی پیدا کرسکتے تھے، میں زندگی بھر بت پرستی کی غلاظت میں مبتلا رہتا، اپنے ہاتھوں ہی سے مورتیاں بنا کر ان کے سامنے انسانی جبین کا تقدس پامال کرتا، سمندروں، دریاؤں، درختوں، ستاروں، حیوانوں، کیڑوں مکوڑوں اور بندروں کو دیوتا بنا لیتا۔ ہاں! اگر مجھے آپ کسی بت پرست کے گھر پیدا کردیتے تو یہ سب کچھ ممکن تھا، مگر آپ نے بن مانگے مجھ پر کتنا بڑا احسان کیا کہ مجھے ایک مسلمان کے گھر پیدا کردیا، یوں مجھے کائنات کی سب سے بڑی نعمت...... ایمان کی نعمت، توحید کی نعمت، کلمہ طیبہ کی نعمت، غلامیٔ رسولؐ کی نعمت، بغیر طلب اور بغیر چاہت کے مل گئی۔

مگر میں نے اس نعمت کی قدر نہ کی، میں کتوں سے بدتر زندگی گزارنے والے یہودیوں، عیسائیوں اور مشرکوں کو رشک بھری نظروں سے دیکھتا رہا، ان کی ظاہری چمک دمک میرے ایمانی چراغ پر آندھی بن بن کر حملہ آور ہوتی رہی، میں نے اپنے گلے میں کائنات کے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کے بجائے مادیت کے غلاموں کی غلامی کا طوق ڈال دیا۔

میں نے دانائے سبل اور ختم رسل کی سنتوں اور طرز زندگی کو دقیانوسیت گردانا اور ان ننگِ انسانیت افراد کو اپنا آئیڈیل قرار دیا جن کے وجود سے بدبو کے بھبھوکے اٹھتے تھے، میری نظروں کے سامنے کلمہ گو انسانوں کی لاشیں تڑپتی رہیں اور تڑپانے والے وہی ننگ انسانیت تھے جو آدمیت کے لباس میں ملبوس بھیڑیئے ہیں مگر میں ٹس سے مس نہ ہوا، میری آنکھوں سے خون مسلم کی ارزانی پر دو آنسو تک نہ بہے، میرے دل میں جہاد فی سبیل اللہ کے لئے کوئی جذبہ پیدا نہ ہوا۔ میں بے حس ہوچکا تھا، میرے اڑوس پڑوس میں یتیم بچے نان جویں کو ترستے رہے، کتنے ہی گھرانے تھے جہاں چولہا نہ جلا، مائیں معصوم بچوں کو بہلا پھسلا کر سلاتی رہیں، میں نے اپنی آنکھوں سے کچرے کے ڈھیر سے کتوں اور انسانوں کو اکٹھے رزق تلاش کرتے دیکھا مگر میرے کانوں پر جوں تک نہ رینگی، میرے گھر میں ایک ایک وقت میں کئی کئی ڈشیں پکتی رہیں، میرے بچے ہر ہفتے بلکہ ہر دن شہر کے مشہور و معروف ہوٹلوں میں لنچ کرنے جاتے رہے مگر میری کمائی میں ان مسکینوں، یتیموں اور بیواؤں کے لئے کوئی حصہ نہ تھا جن کے لئے دو وقت کی سوکھی روٹی بہت بڑی نعمت ہے۔

میں آپ کے دیئے ہوئے مال کو اپنے زور بازو کا نتیجہ سمجھتا رہا، میں دیوانہ ہوگیا تھا، آپ کی عطا کردہ زبان سے دن بھر اول فول بکتا تھا مگر کبھی ذکر و دعا اور عبادت و تلاوت کی مجھے توفیق نہ ہوئی،

آنکھوں سے ہرا لا بلا دیکھتا رہا مگر آپ کا وہ مقدس کلام دیکھنے سے محروم رہا جس کی صداقت، عظمت اور تقدس کی آپ نے قسمیں اٹھائی ہیں، کانوں سے بہت کچھ سنتا رہا جائز بھی ناجائز بھی، سچ بھی جھوٹ بھی، غیبت اور بہتان بھی، گانے بھی فلمی ڈائیلاگ بھی، مگران کانوں سے میں نے کبھی آپ کی آیات سننے کی کوشش نہ کی۔

وہ اعضاء جو آپ کی مرضیات کے حصول میں استعمال ہونے چاہئے تھے وہ آپ کی ناراضگی والے کاموں میں استعمال ہوتے رہے، وہ راتیں جو آپ کے کلمہ کی سربلندی میں گزرنی چاہئے تھیں وہ عیش وعشرت میں کٹتی رہیں، وہ جسم جو دین حق کی حفاظت اور اشاعت میں گھلنا چاہئے تھا وہ دنیا کمانے میں گھلتا رہا، مین پاگل ہوگیا تھا، اپنی حقیقت اور انجام تک کو میں نے فراموش کردیا۔

میں بھول ہی گیا کہ آپ نے ایک گندے قطرے سے کیسا خوبصورت وجود تیار کردیا، میں بھول ہی گیا کہ اس خوبصورت وجود کو مٹی کے ڈھیر تلے دبا دیا جائے گا پھر نہ ذہانت کام آئے گی نہ ذکاوت، نہ عہدہ اور نہ منصب کام آئے گا نہ مال ودولت، نہ تعلقات فائدہ دیں گے نہ رشوت اور شفارش۔

آہ! میں کتنا بدنصیب تھا کہ مغفرت کا دریا بہتا رہا مگر میں اپنی ناپاکی دور نہ کرسکا، رمضان آئے اور گزر گئے مگر میں جیسا تھا ویسا ہی رہا اور آج جب کہ بالوں میں سفیدی اتر آئی، کمر میں خم آگیا، بینائی ضعف کا شکار ہوگئی، حواس میں خلل آگیا، مجھے اپنے گزرے ہوئے ماہ و سال پر شرمندگی کا احساس ہورہا ہے، میں اپنے آپ کو پاک کرنا چاہتا ہوں، میں غلطیوں کا تدارک کرنا چاہتا ہوں، کوتاہیوں کی تلافی چاہتا ہوں، اپنے اعمال نامے پر نظر ڈالتا ہوں تو اے بادشاہوں کے بادشاہ! آپ سے بات کرنے کی جرأت بھی نہیں ہوتی مگر جاؤں تو کہاں جاؤں؟ کوئی دوسری پناہ گاہ بھی تو نہیں۔ آپ کے در کے سوا کوئی در بھی تو نہیں جسے کھٹکھٹا سکوں! میرے پاس کچھ نہیں سوائے ٹوٹے ہوئے دل، اشک ہائے ندامت اور سرد آہوں کے۔

میں جذباتیت میں نجانے اور بھی کیا کچھ کہہ جاتا کہ اچانک میری نظر سامنے رکھے ہوئے مقدس صحیفہ اور کتب احادیث پر پڑی، میں نے ان کی ورق گردانی شروع کردی، مجھے یوں محسوس ہوا کہ میری بے ربط فریاد اور سرد آئیں عرش تک جا پہنچی ہیں اور میرے نالوں کے جواب میں انتہائی شفقت بھرے انداز میں کہا جارہا ہے:

”میرے بندے تمہیں کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں تمہارے کل پرزوں کو میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے، تمہاری آنکھوں میں بینائی، کانوں میں قوت شنوائی، زبان جیسے گوشت کے لوتھڑے میں گویائی اور دل میں انقلاب کی صلاحیت میں نے خودرکھی ہے، میں جانتا تھا تمہاری نظر بہک سکتی ہے، تمہارے کان خطا کرسکتے ہیں، تمہاری زبان اول فول بک سکتی ہے، تمہارا دل وقتی خواہشات اور شہوات سے متاثر ہوسکتا ہے، تم شیطان کے ورغلانے میں آسکتے ہو، دنیا کی وقتی اور عارضی زیب و زینت کو میری عبادت و اطاعت پر ترجیح دے سکتے ہو، اس لئے میں نے تمہارے لئے موت کی آہٹ سنائی دینے تک در توبہ کھلا رکھا ہے۔

یہ دروازہ اس وقت تک کھلا رہے گا جب تک اس کائنات کا نظام درہم برہم نہیں ہوجاتا، ان گناہوں کو بھی جو تم نے اعلانیہ کئے، وہ بھی جو خفیہ کئے، وہ بھی جو تمہارے نہاں خانہ دل میں پرورش پاتے رہے لیکن اس کے باوجود میں تمہیں اپنے دربار میں آنے کی دعوت دیتا ہوں، میرے دربار میں پیش ہونے کے لئے تمہیں کہیں دور جانے کی ضرورت نہیں، تم جہاں بھی اپنے گناہ گار ہاتھ میرے سامنے اٹھا دو گے، میں وہیں اپنا دربار سجادوں گا، تم زمین کے جس حصہ پر سر جھکادو گے میں اسی کو مسجد قرار دے دوں گا، تم جہاں بھی اشک ندامت بہاؤ گے میں وہیں اپنی رحمت کی چادر سے تمہیں ڈھانپ لوں گا اور تمہاری آنکھوں سے بہنے والے ان دو قطروں سے

تمہارے حصہ کی آگ بجھادوں گا، تمہارے ہاتھ اٹھانے میں تو دیر ہوسکتی ہے مگر میرے بخشنے میں دیر نہیں ہوگی۔

بے شک تم گناہگار ہو مگر ہو تو میرے ہی، ممکن ہے گناہ کی وجہ سے تمہارے اپنے بھی تم سے نفرت کرنے لگیں اور تمہیں چور، ڈاکو، زانی اور شرابی کہہ کر تم سے منہ موڑلیں، مگر جب اپنے گناہوں پر نادم ہوکر میرے در پر آؤ گے تو میں تمہیں طعنہ نہیں دوں گا، تمہارے جرائم یاد کروا کر تمہیں شرمندہ نہیں کروں گا بلکہ تمہیں آغوش رحمت میں ڈھانپ کر گناہوں کی غلاظت سے پاک کردوں گا۔

تم نے بنی اسرائیل کے اس شخص کا حال سنا ہوگا جس نے ننانوے قتل کئے تھے، بالآخر اسے اپنے گناہوں کا احساس ہوا اور وہ ندامت زدہ ہوکر توبہ کی غرض سے گھر سے نکلا، چونکہ میں رحمٰن اور رحیم ہوں، میں مغفرت اور رحمت کے بہانے تلاش کرتا ہوں، اس لئے میں نے اس کی بخشش کا سامان پیدا کردیا۔

تم بھی میری جانب قدم اٹھاؤ تو سہی پھر دیکھو میں کیسے تمہارا استقبال کرتا ہوں، تم ایک ہاتھ آگے بڑھو گے، میں کئی ہاتھ آگے بڑھوں گا، تم میری جانب آہستہ آہستہ چلو گے میں تیزی سے آؤں گا۔

آج امت اسلامیہ کی انفرادی اور اجتماعی مشکلات کا حل توبہ کے سوا کچھ نہیں، تمہیں پریشانیوں سے کوئی نجات نہیں دلاسکتا ہے۔ اغیار کے آستانوں پر تمہیں ذلت اور رسوائی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا، تمہیں آج نہیں تو کل اس کا احساس ضرور ہوگا اور پھر تم میرے ہی در پر آؤ گے، میں تمہیں در در کی ٹھوکروں سے بچانا چاہتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ تم بلا تاخیر میرے سامنے دست بستہ حاضر ہوجاؤ اور توبہ کرکے ماضی کی فروگذاشتوں کی تلافی کرلو، ورنہ مہلت ختم ہونے کے بعد تلافی کی کوئی صورت باقی نہیں رہے گی۔ ہاں! چڑیوں کے کھیت چگ جانے کے بعد پچھتاوے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔

●●

بقیہ............موت کے بعد کی تیاری

کیا میرے رسول نے تمہیں میرے احکام نہیں پہنچائے تھے؟ اور میں نے تم کو دولت نہیں دی تھی؟ اور اپنے فضل وکرم سے نہیں نوازا تھا؟ پس بتاؤ تم نے اپنے لیے آگے کیا بھیجا ہے؟

اس وقت وہ حیران ہوکر دائیں بائیں دیکھے گا، مگر کچھ نظر نہیں آئے گا، پھر سامنے کی طرف دیکھے گا تو آگ کے سوا کچھ نظر نہ آئے گا، پس جس کو توفیق ہو وہ اپنے آپ کو اس آگ سے بچالے، خواہ کھجور کے ایک ٹکڑے سے ہی کیوں نہ ہو اور جس کو یہ بھی میسر نہ ہو تو اچھی بات کہہ کر اپنے آپ کو عذاب الٰہی سے بچالے، کیوں کہ ایک نیکی کا بدلہ ۱۰ ر گنا سے لے کر ۷۰۰ ر گنا تک دیا جائے گا۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ (زادالمعاد)

اے لوگو! ہماری غفلت کا یہ حال ہے کہ گویا موت ہمارے لیے نہیں بلکہ فقط دوسروں کے لیے مقرر ہوچکی ہے اور گویا حقوق کی ادائیگی ہم پر نہیں بلکہ تنہا دوسرے لوگوں پر واجب ہے۔ جن مردوں کے ساتھ ہم قبرستان تک آتے ہیں گویا وہ چند دن کے مسافر ہیں جو واپس ہوکر ہم سے ملیں گے۔ ہم ان کو تو قبر میں دفن کردیتے ہیں لیکن ان کا مال اتنے اطمینان سے کھاتے ہیں کہ گویا ہم کو ان کے بعد دنیا میں ہمیشہ ہمیش رہنا ہے۔ نصیحت کی ہر بات، ہم بھلا بیٹھے اور ہر آفت کی طرف سے مطمئن ہوچکے ہیں۔ مبارک باد ہے اس شخص کے لیے جو اپنے عیوب پر نظر کرکے دوسروں کی عیب جوئی سے بچ رہا۔

مبارک باد ہے اس کے لیے جس نے حلال کی کمائی خدا کی راہ میں خرچ کی، علماء اور عقل مندوں کی ہم نشینی اختیار کی اور غریبوں اور مسکینوں کے ساتھ ملتا جلتا رہا۔

مبارک ہے وہ شخص جس کے اخلاق اچھے ہوں، دل پاکیزہ ہو اور لوگوں کو اپنے شر سے محفوظ رکھے۔ مبارک ہے وہ شخص جو ضرورت سے بچا ہوا مال خدا کی راہ میں خرچ کرے اور فضول گفتگو سے پرہیز کرے۔ راہ شریعت پر عمل کرنا اس کے لیے آسان ہو اور بدعت اسے اپنی طرف راغب نہ کرسکے۔ (کنزالعمال) (انتخاب وترتیب: مسل سجاد)

☆☆☆